بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"پس پوچھو تم اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے" پ ۱۴ ع ۱۲

تصوّرِ شیخ

تصنیفِ لطیف

سید ابوالحقائق نظامی

آستانہ بیت الامان گنج شریف مغلپورہ لاہور

یکے از مطبوعاتِ ذکر و فکر



بسم الله الرحمن الرحيم
لا إله إلا الله محمد رسول الله

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

تصور شیخ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مرید کمل اتباع شیخ سے اپنے شیخ کی صورت میں ڈھل جائے او سرتاپا شیخ کا نمونہ ہوجائے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ** تمام صحابہ اکرامؓ اس پر عمل پیرا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں وہ مقام حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوگئے اور سرتاپا حضورؐ کے نمونہ بن گئے۔

یقیناً" ہر مسلمان اس کا مکلف ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے سامنے تو نمونہ موجود تھا۔ کیا ہمارے لئے بھی کوئی نمونہ ہے جس کو ہم اختیار کرسکیں؟ احکام شریعت نمونہ نہیں بن سکتے۔ وہ احکام ضرور ہیں مگر نمونہ نہیں۔ وہ نمونہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضورؐ کے تصور میں فنا ہو کر سرتاپا حضورؐ کے نمونہ ہوئے اور پھر یہ نمونہ سلسلہ وار بلند مرتبہ اولیاء اللہ کی وساطت سے تصور شیخ کے ذریعے ہم تک پہنچا۔

چنانچہ میرے آقا و مولا حضرت ابو الحقائق الحاج پیر سید امانت علی شاہ صاحب چشتی نظامی دامت برکاتہ' العالیہ نے اس سلسلہ میں "تصور شیخ" کا مضمون بیان فرمایا جو سلسلہ وار "رسالہ ضیا" میں شائع ہوتا رہا۔ وہ تمام ارشادات جمع کرکے کتابی صورت میں شائع کئے جارہے ہیں تاکہ عوام تصور شیخ کے آداب سے آگاہ ہو کر تزکیہ نفس فرمائیں اور راہ حق پر گامزن ہو کر منزل مقصود کو پہنچیں۔

فقط والسلام

سجادہ نشین

ابوالعابد پیر سید مبارک علی شاہ چشتی نظامی

ارشاد اول

کثافت قلبی کے اسباب

۱ حدیث نفسی ۲ نظر بر اشیا ۳ خطرات

اول الذکر دونوں تو اختیاری ہیں اور قصد کرنے سے آتی ہیں۔ اور خطرات بلا قصد اور بے اختیار آتے ہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ دل کسے کہتے ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ان خطرات کا محل کیا ہے۔

دل جسے کہتے ہیں اصطلاح تصوف میں وہ عالم خیال یا عالم مثال ہے۔ عالم خیال کی دو قسمیں ہیں۔ خیال مطلق اور خیال مقید خیال متصل یا خیال منفصل۔

خیال مطلق اتنا بڑا عالم ہے کہ جس کی وسعت کے سامنے یہ عالم اجسام ایسے ہیں جیسے سورج کے سامنے ذرہ یا سمندر کے سامنے قطرہ یا ایک بڑے دائرے کے سامنے چھوٹا دائرہ یا ایک بڑے وسیع میدان میں ایک چھوٹی سی انگوٹھی۔

اس عالم اجسام میں جو کچھ موجود ہے وہ عالم خیال مطلق میں

ضرور موجود ہے۔ اور جو خیال مطلق میں موجود ہے اُس کا تمام تر اس عالم میں موجود ہونا محال ہے کیونکہ عالم اجسام میں اس کی گنجائش نہیں۔ خیال مطلق اشکال لطیفہ ہونے کے اعتبار سے اس عالم اجسام سے متشابہ ہے گویا وہ عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان برزخ ہے۔

خیال مقید وہ ہے جسے ہم اپنا خیال کہتے ہیں وہ ہماری قوت متخیلہ ہے۔ جو ہمارے بالکل متصل ہے۔ اور ان خطرات کا محل ہے۔ سب سے پہلے اس کا تزکیہ نہائیت ضروری ہے۔ اس کا تزکیہ جب تک اس کی طبیعت معلوم نہ کرلی جائے محال اور مشکل ہے۔ مولا تعالی نے اس کو تصویر بنا نیوالا ہمیشہ فعل میں مصروف رہنے والا اور ایک وقت میں ایک ہی نقش کو محفوظ رکھنے والا فطرتاً پیدا فرمایا ہے۔ جب کسی شئے کا ذکر آتا ہے جس کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ تو یہ فورا" اس کی ایک تصویر بنا دیتا ہے اس کا صحیح یا غلط ہونا ایک الگ چیز ہے یہ تصویر ضرور بناتا ہے۔ ہر وقت فعل میں مصروف رہتا ہے کسی وقت بھی اسے تعطل نہیں۔ بیداری کے وقت تمام قویٰ کام کرتے ہیں اور خیال سے اپنی منشا کے مطابق کام لیتے ہیں جب قویٰ معطل ہو جاتے ہیں یعنی انسان سو جاتا ہے تو یہ حسب

عادت اپنا کام جاری رکھتا ہے اور تصویریں بنا بنا کر حس مشترک کے سامنے پیش کرتا ہے جسے ہم خواب کہتے ہیں۔

اگر اس کا تزکیہ ہو چکا ہے تو وہ جو بھی تصویر لاتا ہے وہ صحیح اور درست ہوتی ہے اسے رؤیائے صادقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر کثیف اور منتشر ہوتی ہے تو اس کو ہم اضغاث احلام سے. تعبیر کرتے ہیں۔

جب ہم نے معلوم کر لیا کہ خیال کی عادت تصویر بنانا فعل میں مصروف رہنا اور ایک وقت میں ایک ہی نقش کا محفوظ رکھنا ہے۔ اس میں دوسرا نقش آہی نہیں سکتا جب تک پہلا نقش محو نہیں ہو جاتا تو جب نقش بنانا خیال کی فطرت میں شامل ہے اور اس کو کسی طریق سے بھی روکا نہیں جا سکتا اور اسے چھوڑ کر جو کہ متصل ہے خیال منفصل تک پہنچا نہیں جا سکتا اور کوئی بھی راستہ اس راستہ کے سوا نہیں۔ کیونکہ بے رنگی اور بیصورتی خیال اور تصور میں نہی آسکتی۔ جب خیال اور تصور میں آئیگی تو رنگ وصورت میں ہی آسکتی ہے تو بہر حال یہ ضروری قرار پایا اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اس کو ایک نقش بنانے کیلئے دیا جائے تاکہ یہ حسب عادت نقش بناتا رہے فعل میں مصروف رہے ایک ہی نقش

بنائے ایک ہی نقش کے بنانے کے فعل میں مصروف رہے اور اسی ایک نقش کو محفوظ رکھے تاکہ کوئی دوسرا نقش خیالی اس کے خیال میں نہ سمائے۔

یوں تو کسی نقش کا بھی تصور کو لیا جائے اس کا انتشار رک سکتا ہے۔ اور ایک نقطہ نگاہ پر جمع ہو کر قوت خیالیہ میں اضافہ ہو سکتا ہے جس کو مسمریزم والوں نے لے کر شعبدہ بازی کا کام لیا اور اہل اللہ نے نفس کے خلاف اس قوت خیالیہ سے جہاد کیا۔

یہ وہ ہمت ہے اگر پیدا ہو جائے تو اس ہمت سے نفس برائیوں سے رک سکتا ہے۔ اسی ہمت سے نفوس کی اصلاح اور قلوب کا تزکیہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

بے رنگ و بے صورت کا تو تصور ہی محال ہے اور خیال کی عادت جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تصویر بنانا ہے تو جب تک اسے نقش بنانے کے لئے نہ دیا جائیگا اس کا انتشار رک نہیں سکتا اور تزکیہ ہو نہیں سکتا مختلف نقوش جو اس کے خیال میں ہمیشہ آتے رہتے ہیں اس کا دفعیہ ہو نہیں سکتا جو مختلف نقوش متوہم کا ہر وقت محل بنا رہتا ہے جب وہ کسی ایک نفس قدسی کے نقش کا محل بن جائیگا تو ہر وقت اسی نقش کے بنانے میں مصروف رہیگا اور اسی ایک نفس قدسی

میں جس کو "تصور شیخ" کہتے ہیں ایسا فنا ہوگا کہ کسی اور نقش کی گنجائش نہ رہیگی۔ اور نہ کوئی اور نقش اس میں سما سکے گا۔ اسی کام میں شب و روز مشغول رہیگا اور اس کی تمام کثافتیں دور ہو جائیں گی اور وہ تمام اسباب جن سے کثافت قلبی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ "حدیث نفس" "نظر براشیاء" اور "خطرات" خیال کو مکدر اور کثیف کرتے ہیں۔ جب وہ حسب عادت تصور شیخ میں مستغرق اور منہمک رہیگا تو کوئی سبب خواہ وہ حدیث نفس ہو نظر براشیاء ہو جو قصد کرنے سے آتے ہیں یا خطرات جو بلا قصد آتے ہیں اس کو مکدر نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ خیال حسب عادت ایک نقش بنانے میں جسے تصور شیخ کہتے ہیں۔ محو رہیگا اور خیال میں مزید کسی نقش کی گنجائش نہی رہیگی۔ اس لئے خود بخود یہ تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے اور یہ خیال مطلق کا آئینہ بن جائیگا وہ اشکال جو ابھی تک خیال مطلق میں موجود ہیں اور ابھی تک ظہور میں نہیں آئیں ان سے مطلع ہو کر بتلا دیگا کہ فلاں وقت فلاں کام ہو جائیگا اور فلاں صورت ظہور میں آجائیگی اور اس پر تمام آئندہ آنے والے حالات منکشف ہو جائیں گے تو یہ اس کا مصداق ہوگا۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　　ازچہ محفوظ است محفوظ از خطاء

اس سے صرف یہی ہمت نہیں پیدا ہو گی کہ عالم خیال مطلق کی سیر کرے جسے عالم ملکوت بھی کہتے ہیں بلکہ اس ہمت سے پرواز کر کے عالم جبروت اور عالم لاہوت بھی کہتے ہیں بلکہ اس ہمت سے پرواز کر کے عالم جبروت اور عالم لاہوت کی بھی سیر کریگا۔ جیسا کہ حضرت رومیؒ فرماتے ہیں۔

شیشۂ دل چوں شود صافی وپاک
نقش ہا آید بروں از آب وخاک
نقش رابینی وہم نقاش را
فرش رابینی وھم فراش را
چوں خلیل آمد خیال یار من
صورتش بت معنئ او بت شکن

ارشاد دوم

خواہشات نفسانی : کیسے پیدا ہوتی ہیں اور ان کا استیصال کیسے کیا جا سکتا ہے؟ لوہا اور پتھر باہمی رگڑ کھانسے آگ پیدا کرتے ہیں جب تک یہ باہمی رگڑ کھاتے رہیں گے آگ کی چنگاریاں نکلتی رہیں گیں جو آگ کی چنگاری نکلتی ہے اگر اسے بجھانا مقصود ہو تو آگ کو پانی ہی بجھا سکتا ہے۔جو آگ کی چنگاری نکلے اس پر پانی ڈال دیا جائے تو آگ کی چنگاری بجھتی چلی جائیگی۔ مگر یہ سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ جب تک لوہا اور پتھر رگڑ کھاتے رہیں گے یہ سلسلہ بدستور جاری رہیگا۔ تو یہ سمجھ کر کہ جب آگ کی چنگاری کو پانی بجھا دیتا ہے۔ پتھر اور لوہے کو بھی کچھ عرصہ کیلئے پانی میں رکھا جائے۔ پھر نکال کر رگڑ کر دیکھا جائے پھر بھی جب وہ رگڑ کھائیں گے آگ کی چنگاریاں پیدا کریں گے۔ پتھر اور لوہے کا پانی میں ایک مدت تک پڑے رہنا بھی ان کی فطرت کو نہیں بدل سکتا جب وہ رگڑ کھائیں گے آگ پیدا کریں گے۔ یہ علاج چنگاریوں کے ختم کرنے کے لئے کافی ثابت نہ ہوا کیونکہ لوہے اور پتھر کی رگڑ میں جو فطرتاً" آگ پیدا کرنے کی خاصیت رکھی گئی ہے وہ تو ختم نہیں ہو سکتی البتہ چنگاریوں کی ماہیت بدل سکتی ہے۔

اسی طرح نفس اور جسم بھی باہمی رگڑ کھا کر خواہشات نفسانی کی

چنگاریاں پیدا کرتے ہیں۔ اعمال صالح مثل ایک پانی کے ہیں جو خواہشات نفسانی کی چنگاریاں نفس اور جسم کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اعمال صالحہ کے پانی سے انہیں بجھایا جاسکتا ہے۔ مگر جو نفس اور جسم میں فطرتاً" رگڑ کھا کر خواہشات نفسانی کی چنگاریاں پیدا کرنے کی خاصیت رکھی گئی ہے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہے۔

بعینہ اس کی مثال یہ ہے ایک مار گیر شکار کیلئے پہاڑ پر گیا اس کو وہاں ایک اژدھا ملا جو برف کی سردی کی وجہ سے بے حس ہو چکا تھا۔ غنیمت جان کر اس نے اژدھا کو اپنے پٹار میں ڈال لیا اور نمائش کے لئے شہر کا رخ کیا۔ اس نے بغداد شریف میں آکر ایک کھلے میدان میں اس کی نمائش کی۔ اژدھا دیکھنے کیلئے تماشائیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع ہوا۔ جب سورج کی حرارت کا اثر اژدھا پر پڑا اور جو سردی کی وجہ سے بے حسی طاری ہو چکی تھی دور ہو گئی تو یکایک اژدھا نے کروٹ لی اور ایک ایسا پھونکارا مارا جس سے مار گیر بھی ہلاک ہو گیا اور تماشائی بھی اکثر ہلاک ہوئے۔

اسی طرح اگر نفس اور جسم کو کسی چلے کی تاریک کوٹھری میں ڈال کر اعمال صالحہ سے سردی پہنچائی جائے تو لازم ہے کہ وہ بےحس ہو کر خواہشات نفسانی کی چنگاریاں پیدا نہ کرے مگر جب اس کو چلے کی تاریک کوٹھری سے نکال کر ذرا کھلی فضا میں لایا جائیگا تو وہ جو بے حسی اس میں پیدا ہو چکی تھی

وہ حرارت کشمکش نفس و جسم سے متاثر ہو کر دور ہو جائیگی اور مار نفس پھر کروٹ بدلیگا اور ہلاکت کے سامان پیدا کریگا۔

بہر حال یہ علاج مستقل ثابت نہ ہوا جو خواہشات نفسانی سے نجات دلا سکے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لوہے اور پتھر کی رگڑ سے جو چنگاریاں پیدا ہو رہی ہیں وہ ختم تو ہو نہیں سکتیں۔ کیونکہ ان کی فطرت میں داخل ہیں۔ اسی طرح نفس اور جسم کی رگڑ سے جو خواہشات نفسانی کی چنگاریاں نکلتی ہیں کیسے ختم ہو سکتی ہیں جب ان کی فطرت میں داخل ہیں۔ لوہے اور پتھر کو سو برس تک پانی میں ڈالے رکھا جب نکالا رگڑ کھاتے ہی چنگاریاں نکلیں۔ اسی طرح نفس اور جسم کو چلے کی قید وبند میں سو برس ڈالے رکھو جب نکلے رگڑ کھا کر چنگاریاں پیدا کرے۔

خوہشات نفسانی کی آگ اور دوزخ کی آگ کی عادت ایک ہے خوہشات نفسانی کی آگ کا نعرہ ہل من مزید ہے اور دوزخ کی آگ کا نعرہ بھی ھل من مزید ہے۔ خواہشات نفسانی سیر نہیں ہوتیں اور دوزخ بھی سیر نہیں ہوتا۔ دوزخ میں شیطان اور اس کی ذریت کفر اور اس کی ذریت سب ڈال دی جائیگی پھر بھی وہ ھل من مزید کا نعرہ بلند کریگا۔ آخر قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ مولا تعالی اپنا پاؤں دوزخ میں رکھ دیں گے تو دوزخ سیر ہو جائیگا۔ اور ھل من مزید کا نعرہ ختم کر دے گا یعنی ذات باری تعالی دوزخ پر پاؤں کی صورت

میں تجلی فرمائیں گے۔ تو دوزخ سیر ہو جائیگا تو معلوم ہوا کہ جب تک ذات باری تعالی نے دوزخ پر تجلی نہ فرمائی دوزخ سیر نہ ہوا اور ھل من مزید کا نعرہ ختم نہ ہوا۔ اسی طرح خواہشات نفسانی کا دوزخ بھی ہمیشہ ھل من مزید کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اس میں کائنات کی دولت آجائے پھر بھی قانع نہیں ہوتا۔

کاسۂ چشم حریصاں پر نہ شد
تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد

خواہشات نفسانی کے دوزخ کا نعرہ بھی ختم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر ذات باری تعالی تجلی نہ فرمائیں۔ تو وہ کونسا طریقہ ہے جس سے ذات باری تعالی خواہشات نفسانی کے دوزخ پر تجلی فرمائیں۔

اس سے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ لوہے اور پتھر کی رگڑ سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ ختم نہیں ہو سکتی البتہ اس کی ہیئت بدلی جاسکتی ہے۔ نفس اور جسم کی رگڑ سے جو خواہشات نفسانی پیدا ہوتی ہے۔ وہ بھی ختم نہیں ہو سکتی ہیئت کے اعتبار سے بدلی جاسکتی۔ پتھر سے پانی کا نکلنا ممکن نہ تھا ضرب کلیم سے اس کی ہیئت بدل گئی اور پانی جاری ہو گیا۔ دریا میں راستہ بننے کا کوئی امکان نہ تھا۔ مگر ضرب کلیم نے پانی کی ہیئت بدل کر راستے بنا دیئے۔ آتش نمرود کا گلزار کی صورت میں بدل جانا ممکن نہ تھا۔ مگر جب

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے آگ میں قدم رکھا آتش نمرود کی ہیئت بدل کر گلزار کی صورت اختیار کر گئی۔ مولا تعالی نے آتش نمرود کے نام حکم صادر فرما دیا۔ یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم○ اے آگ ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا" یہ تجلی جو آتش نمرود کے نام صادر ہوئی اس کی وجہ حضرت ابراہیم خلیل علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا قدم پاک ہے تو معلوم ہو کہ اگر تو بھی خواہشات نفسانی کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے تو کسی خلیل صفت کا قدم اس میں آنا ضروری ہے تاکہ ذات باری تعالی کی طرف سے خواہشات نفسانی کی آگ کے نام حکم صادر ہو جائے۔ یا نار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراھیم -وہ خلیل صفت نفس قدسی کون ہے وہ شیخ کامل ہے اگر تو بھی خواہشات نفسانی کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے تو کسی خلیل صفت شیخ کامل کا تصور ضروری ہے۔ جب شیخ کامل کا تصور کامل ہو جائیگا تو خواہشات نفسانی کی نمرودی آتش کے نام حکم صادر ہو جائیگا۔ یا نار کونی بردا وسلاما علے ابراھیم اور خواہشات نفسانی آگ کی ہیئت بدل کر یہ چنگاریوں کا سلسلہ تا دوام ٹھنڈا ہو کر رہ جائیگا۔

گر تو نمرودیست در آتش مرو تا رود اول تو ابراہیم شو

کسی چیز کی ہیئت کا بدل جانا سوائے نگاہ مرد کامل کے نہیں ہو سکتا۔

بہر حال ہماری سمجھ میں یہ صاف آرہا ہے۔ کہ

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

خواہشات نفسانی کی آگ کو جو نفس اور جسم کی رگڑ سے پیدا ہو رہی ہے ختم نہیں کیا جاسکتا ہیئت کے اعتبار سے بدلا جا سکتا ہے تو یہ واضح ہے کہ کسی خلیل صفت مرد کامل تصور ہی ہو سکتا ہے جو خواہشات نفسانی کی بھڑکتی ہوئی آگ کی ہیئت کو بدل دے اور خواہشات نفسانی کے بتوں کو ہمیشہ کے لئے ملیا میٹ کر دے۔

چوں خلیل آمد خیال یارمن
صورتش بت معنی او بت شکن
ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر
دامن ایں نفس کش را سخت گیر

ارشاد سوم

فقیر پہلی دو قسطوں میں تصور شیخ کے متعلق سیر حاصل تبصرہ کر چکا ہے۔ اور یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ اس کے سوا چارہ کار نہیں طبعی اور فطری طور پر قوت متخیلہ کا یہ تقاضا ہے کہ اس کے لئے کوئی تصور ہو۔ اور تزکیہ خیالات اس کے سوا محال اور مشکل ہے۔ تزکیہ خیالات کے بغیر تزکیہ نفس ہو نہیں سکتا۔ جنس کی طرف جنس راجع ہے۔ کیونکہ خیال لطیف ہو کر عالم ملکوت کا مشابہ ہو جاتا ہے اور آسانی سے جنس ملائکہ یعنی وحی خفی کا حامل ہو جاتا ہے۔

آں خیالات کہ دام اولیاست
عکس مہر ویان بستان خداست
رومیؒ

مہرویان بستان خدا سے مراد صور علمیہ ذاتی ہیں۔ صور علمیہ کے عکوس ہیں عالم مثال کی اشکال لطیفہ ہیں جب اولیاء اللہ کے خیالات کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ صور علمیہ ذاتی کے عکوس کا محل بن جاتا ہے۔ تو ان پر آئندہ واستقبال کے تمام حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔

جملہ ماہیات و سر سر آں
پیش چشم کاملاں باشد عیاں
رومیؒ

یہ سالک کی ابتدائی منزل ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ وہ اسے اپنا مشغلہ نہ بنائے کیونکہ یہ مشغلہ باقی منازل طے کرنے کے لئے رکاوٹ ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض اس منزل کی لذت میں پھنس کر اس کو اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ کشف وکرامات کے اظہار میں مشغول ہو جاتے ہیں سالک کو چاہئے کہ کشف و کرامات کے اظہار سے بچے۔ اور باقی منازل کے طے کرنے کی جدوجہد کرے۔ کیونکہ معجزات انبیاء نبوت کی دلیل نہیں اور اولیا اللہ کے لئے کشف و کرامات ولایت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عوام استدراج اور الہام میں فرق نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ استدراج کو بھی وحی الٰہی سے تعبیر کر کے گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نص قطعی سے وحی شیطانی کا ثبوت ملتا ہے۔ وحی الٰہی اور وحی شیطانی میں سوائے اہل اللہ کے کوئی تمیز نہیں کر سکتا۔ آئندہ کے حالات بذریعہ استدراج بھی صاحب استدراج پر منکشف ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا سالک کو چاہئے کہ اس منزل میں دل نہ لگائے۔ اور عوام کو چاہئے کہ وہ کشف کرامات کو معیار ولایت نہ قرار دیں۔

یہ واضح ہے کہ اولیا اللہ کا آئینہ خیال صاف اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور صور علمیہ کے عکوس وظلال کا حامل جیسا کہ ذات باری تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے-الم ترالٰی ربک کیف مدالظل ولو شاء لجعلہ ساکنا-

کیف مدالظل نقش اولیاست
کوزسایہ نور خورشید خداست

رومیؒ

تو اس سے صاف واضح ہے کہ اولیاء اللہ کے خیالات ظل الٰہی ہوتے ہیں- ان کا دام خیال نہ صرف عالم ملکوت پر پڑتا ہے بلکہ صور علمیہ ذاتی پر پڑتا ہے- پس یہ ثابت ہوا کہ اولیا اللہ کا علم علمِ الٰہی ہے نہ صرف علم الٰہی ہی اولیا اللہ کا علم ہوتا ہے بلکہ وہ امہات صفات یعنی حیات علم ارادہ- قدرت- سمع- بصر- کلام کے مظہر ہوتے ہیں- جیسا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کنت لہ سمعہ الذے ینطق بہ ویدہ الذی یبطش بہ ورجلہ الذی یمشی بہ وبی یسمع وبی یبصر کے مصداق ہوتے ہیں-

اولیا راہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداننہ زراہ

رومیؒ

جب ان کا سننا خدا کا سننا اور دیکھنا خدا کا دیکھنا اور زبان خدا کی زبان

اور ہاتھ خدا کے ہاتھ اور پاؤں خدا کے پاؤں یعنی ان کی سماعت' بصارت' نطق اور تمام قوتوں پر صفات خداوندی متجلی ہوتی ہیں۔ تو سالک اپنی صفات کو خدا کی صفات میں فنا کر دیتا ہے۔ اور صفات خداوندی صفات بشری کی جگہ جاگزین ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آسیب زدہ کی ہر قوت آسیب زدہ ہو کر آسیب کی قوتوں میں بدل جاتی ہے۔ اسی طرح سالک کی تمام صفات صفات خداوندی میں بدل جاتی۔

چوں پری قادر شود بر آدمی

می برد ازمرد وصف مردمی (رومیؒ)

بہر حال سالک ابتدائی اور انتہائی منازل میں ہمت شیخ سے ہی منازل طے کرتا ہے۔ اور وہ تصور شیخ کے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مرید اپنے شیخ کے تصور میں اور وہ اپنے شیخ کے تصور میں پھر وہ اپنے شیخ کے تصور میں ہوتے ہوتے یہ سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ پھر ان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ پھر یہ لازم قرار پایا کہ اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہ' حضور نبی کریم صلی اللہ وسلم کے تصور میں فنا ہوئے۔ تو وہ سرتاپا حضور سرکار مدینہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ قرار پائے پھر وہ نمونہ سلسلہ وار تصور شیخ کے ذریعہ سے شیخ متصل یعنی نسبت قریب تک پہنچا۔ حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اس پر پورا صادق آتا ہے۔

چوں تو ذات پیر را کر دی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ (رومیؒ)

تصور شیخ سے یہ مراد ہوتی ہے کہ مرید ہر اعتبار سے اپنے شیخ کا نمونہ بن جائے۔ یعنی مرید اپنے شیخ کی صورت کے سانچے میں ڈھل جائے اور سر تاپا شیخ ہو جائے۔

جب تصور شیخ ضروری ہے تو صورت شیخ کا تصور جو سلسلہ وار حضورﷺ کا نمونہ ہے اور حضورﷺ ذات اور صفات خداوندی کے مظہر اتم ہیں۔ تو اس میں شک نہیں کہ یہی ایک واحد ذریعہ ہے جس سے سالک فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو سکے۔ جب یہ سلسلہ قریب سے قریب نسبتوں سے حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ تو جو بھی فنافی الشیخ ہوا وہ فنا فی الرسول ہوا اور جو فنافی الرسول ہوا

وہ فنا فی اللہ ہوا۔ اور جو فنا فی اللہ ہوا وہی بقا باللہ ہوا۔ اس لئے اس منزل میں جو بھی منتہی ہوا وہ سبحانی مااعظم شانی۔ انا الحق۔لیس فی جبتی الا اللہ پکار اٹھا۔

تصور شیخ کمال اتباع شیخ اور کمال اتباع شیخ، کمال اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال اتباع سنت فاتبعونی یحببکم اللہ کے آثار اور علامات ہیں۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے تمام عمر خربوزہ اس لئے

نہ کھایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنت کا پتہ نہ چل سکا کہ حضور نے کیسے کھایا ہے۔ اسی طرح تمام اولیا اللہ جب کمال اتباع سنت سے یہ مرتبہ حاصل کرلیتے ہیں۔ تو کوئی انا الحق اور کوئی سبحانی مااعظم شانی پکارا اٹھتا ہے۔ کیونکہ وہ اسی مرتبہ الوہیت کو پاتے ہیں او پکار اٹھتے ہیں۔

ہر کہ پیرو ذات حق رایک نہ دید
نے مریدو نے مرید (رومیؒ)

تمام صحابہ کرامؓ حضور نبی کریمؐ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تصور میں حضورؐ کے نمونہ بن چکے تھے۔

خدا کے ہاتھ کو کون دیکھ سکتا تھا اگر کوئی خدا کے ہاتھ کا تصور بھی کرتا تو مجسمہ فرقہ سے ہو کر ملحد زندیق ہو جاتا۔ جب ذات باری تعالی نے چاہا کہ میرے ہاتھ کا تصور ہو سکے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا فرما دیا تاکہ جو میرے محبوب کے ہاتھ کا تصور کرے وہ میرے دست قدرت کا مظہربن جائے جب ذات باری تعالی نے چاہا کہ اپنے نطق کا تصور دلاؤں تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نطق کے تصور کو اپنے نطق سے تعبیر فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضورؐ کے تصور میں فنا تھے اور سرتاپا حضورؐ کے نمونہ تھے۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے کامل نمونہ بوجہ تصور تھے۔ سلسلہ وار شیخ متصل سالک کیلئے جب مرکز تصور بنا تو وہ ایک جست سے فنافی الرسول ہو کر فنافی اللہ ہوا۔

بہرحال یہ تمام تصور شیخ کے ہی کمالات ہیں۔

ارشاد چہارم

جب یہ ثابت ہو چکا کہ تصور شیخ سے ہی خیالات متوہم کا استیصال ہو کر خیال میں قوت پرواز پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ اہل اللہ کی قوت خیالیہ کی پرواز اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ ذاتی تک پہنچتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ یہ پرواز بتدریج ہو عالم ناسوت سے عالم ملکوت اور عالم ملکوت سے عالم جبروت اور عالم جبروت سے عالم لاہوت میں پرواز کرے۔ عالم ناسوت ایک کثیف عالم ہے اور عالم ملکوت لطیف اسی طرح ہر عالم سے گذرتے وقت خیال کا اس عالم کی جنس سے ہونا ضروری ہے کیونکہ جنس جنس کی طرف راجع ہے۔ جسم کثیف ہے اس کا لطیف اور بسیط سے گذرنا محال اور مشکل ہے۔ تو یہ ضروری قرار پایا کہ لطیف عوالم میں خیال لطیف کے ذریعے سے گذر ہو۔ خیال لطیف نہیں ہو سکتا جب تک اس کی کثافت کو دور نہ کیا جائے کثافت دور ہو نہیں سکتی جب تک تصور شیخ کامل نہ ہو جائے۔

اے دل زغم جسم اگر پاک شوی
تو روح مجردی بر افلاک شوی
عرش است نشیمن تو شرمت بادا
کائی و مقیم خطہ خاک شوی

کیونکہ خواہشات نفسانی کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔ کھانے کی ضرورت ہے تو جسم کے لئے۔ لباس کی ضرورت ہے تو جسم کے رلیے، مکان کی ضرورت ہے تو جسم کے رلیئے اگر کوئی غم جسم سے پاک ہو جائے تو پھر وہ روح مجرد ہے خیال کا تعلق جسم سے منقطع ہو نہیں سکتا جب تک کہ خیال کا تعلق تصور شیخ سے وابستہ نہ ہو جائے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب خیال کو ایک جانب سے منقطع کر دیا جائے تو دوسری طرف وابستہ ہو جاتا ہے اور جب تک کسی دوسری جانب وابستہ نہ ہو جائے جسم کی طرف سے منقطع ہونا محال اور مشکل ہے۔ جب خیال کو کسی طرف وابستہ کرنا ہی ہے تو تصور شیخ سے بہتر وابستگی کے لئے کوئی اچھی صورت نہیں۔ حضرت رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن
در زمین غیر خود خانہ مکن

اپنا کام کر کسی غیر کا کام نہ کر غیر کی زمین مین اپنا گھر نہ بنا۔

کیست بیگانہ تن خاکئ تو
کز برائے اوست غمناکئ تو

بیگانہ کون ہے تیرا جسم خاکی ہے اور اسی کیلئے تیرے تمام فکر ہیں۔ بہر حال غم جسم سے پاک ہونا ہی دوسرے عوالم لطیف کی طرف پرواز کرنا ہے۔

اہل اللہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر صورت کسی اسم الٰہی کی مظہر ہے۔ اور وہ اسی اسم کے احکام و آثار سے متاثر ہوتی ہے۔ جتنا وہ اسم الٰہی بلند ہے اتنی ہی وہ صورت بلند ہے۔ اعلیٰ اسماء کے مظاہر بھی اعلےٰ مدارج پر فائز ہیں۔ تو یہ قاعدہ ہے کہ جس صورت کا تصور کیا جائے اسی کے رنگ میں صاحب تصور رنگ ہو جائے۔ اگر کوئی پتھر کا تصور کرلے تو اس کا پتھر کے رنگ میں رنگ ہو جانا ضروری ہے اگر کوئی سورج کا تصور کرلے تو سورج کے رنگ میں رنگ ہو جائے۔ اگر کوئی آگ کا تصور کرے تو وہ آگ کے رنگ میں رنگ ہو جائے بہر حال جس صورت کا کوئی تصور کرتا ہے اسی کے رنگ میں رنگ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یحبو نھم کحب اللہ والذین امنو اشد حبا للّٰہ○

بے صورتی اور بے رنگی تصور اور تخیل میں آنہیں سکتی خیال کیلئے رنگ و صورت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صورت کا تصور کرکے بے رنگی اور بے صورتی تک پہنچ جائے۔ تو اہل اللہ نے معلوم کیا کہ ہر صورت کسی نہ کسی اسم الٰہی کی مظہر ہے تو اسی صورت کا تصور کرنا اس اسم کی تاثیر جس کا کہ وہ مظہر ہے حاصل کرنا ہے۔ یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی صورتیں اعلیٰ درجہ کے اسماء کی مظہر ہیں۔ تو صورت شیخ کامل بوجہ کمال اعلیٰ درجہ کے اسماء کی مظہر ہے۔ تو صورت شیخ کا تصور اس

اعلیٰ درجہ کے اسماء کا مظہر بنتا ہے۔

اس مقام پر اس چیز کا سمجھ لینا نہایت ضروری ہے کہ ہر صورت پر ہر آن میں فنا وبقا طاری ہوتی ہے۔ تجدد امثال ہوتا رہتا ہے۔ ایک مثل گذر جاتی ہے دوسری مثل تازہ ہو جاتی ہے۔ ہر مثل پھر ایک اسم الٰہی کی مظہر ہے۔ تجدو امثال سے خدا جانے کتنی مثلیں ایک صورت پر ایک آن میں تازہ کی جاتی ہیں۔ اور اس قدر شدت سے یہ مثلیں القا ہوتی ہیں کہ دیکھنے والا محسوس نہیں کر سکتا جیسے ایک بچے کے ہاتھ میں رات کے وقت ایک چھڑی ہو اور اس کے سرے کو آگ لگائی ہو اور وہ اسے زور سے گھمائے تو ایک دائرہ نظر آتا ہے وہ دائرہ نہیں شدت رفتار سے ایسا نظر آتا ہے۔ تو یہاں بھی مثلیں اس قدر شدت سے تازہ ہوتی ہیں کہ دیکھنے والے کو ایک صورت نظر آتی ہے حقیقت میں کئی مثلیں تازہ ہو کر گذر چکی ہیں۔ جب ہر مثل ایک اسم الٰہی کی مظہر ہے اپنے ساتھ اسم الٰہی کی تاثیر لے کر آتی ہے اس لئے حالات بھی ہر آن میں بدلتے رہتے ہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ ہر مثل متعدد مثلوں سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔ تو جتنی مثلیں تازہ ہوتی ہیں اتنے ہی اسماء الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اس لحاظ سے ہر صورت متعدد اسماء کی مظہر ہے اسی خیال سے صورت شیخ کامل باعتبار کمال کمال پایہ اسماء کی مظہر ہے تو جو تصور شیخ کرتا ہے وہ ان اعلیٰ اسماء کی تاثیروں کو اپنے اندر لیتا ہے۔ تو

صورت شیخ میں فنا ہو کر فنائی الاسماء ہو جاتا ہے اور فنا فی الصفات ہو کر فنا فی الذات ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اصطلاح اہل اللہ میں قرب نوافل اور قرب فرائض سے واضح ہے۔ قرب نوافل سے فنافی الصفات ہوتا ہے۔ اور قرب فرائض سے فنافی الذات۔ تو یہ ایک واحد ذریعہ ہے کہ اس کی صفات شیخ کی صفات میں فنا ہو جائیں۔ اور پھر فنافی الشیخ ہو کر فنافی الرسول ہو جائے۔ فنافی الرسول ہو کر فنافی الذات ہو جائے۔

یہ بھی یاد رہے جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ کہ ہر صورت کسی نہ کسی اسم الٰہی کی مظہر ہے اور پھر تجدد امثال سے متعدد اسماء کی مظہر ہے۔ تو حضور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت پاک بھی کسی نہ کسی اسم الٰہی کی مظہر ہے۔ وجدان اہل اللہ سے ظاہر ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت پاک اسم الٰہی کی مظہر کامل ہے تو سلسلہ وار مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فنافی الشیخ ہو کر فنافی الرسول ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور فنافی الرسول ہو کر بواسطہ اسم الٰہی فنافی الذات ہوتے چلے آئے ہیں۔

کیونکہ سالک خود بھی اکثر اسماء الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ تصور شیخ کے غلبہ سے ان اسماء کا مظہر ہو جاتا ہے جن اسماء کا کہ شیخ کامل مظہر ہے۔ کیونکہ

شیخ فنائی الرسول ہوتا ہے اس لئے سالک اس واسطہ سے فنائی الرسول ہو جاتا ہے۔ فنائی الرسول ہو کر فنائی الذات ہوتا ہے۔ کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسماء و ذات کے مظہراتم ہیں۔

اہل اللہ کی اصطلاح میں اسے سلوک کہتے ہیں۔ ہر چیز بے صورتی سے صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت رومی رحمتہ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

صورت ازبے صورتی آمد بروں

باز شد انا الیہ راجعون (رومیؒ)

صورت بے صرتی کی طرف سے آئی اور اسی طرح پھر لوٹ جانا ہے۔

ان الحق مبد الکل والیہ یر جع الامور۔ مبد اور معاد وہی بیصورتی ہے۔ بے صورتی سے صورت میں آنا تو اضطرارا" تھا۔

میں آیا نہیں ہوں میں لایا گیا ہوں

میں لا کر یہاں آزمایا گیا ہوں (سید نظامی)

اب صورت سے بے صورتی کی طرف سفر کرنا ہے۔ اس منزل کو منزل سلوک کہتے ہیں۔ یہ منزل خطرات سے پر ہے۔ اس کا طے ہونا سوائے شیخ کی معیت کے بہت مشکل ہے۔ اور معیت شیخ سوائے تصور شیخ کے ہو نہیں سکتی۔

پیر راگبزین کہ بے پیر ایں سفر
ہست پر آفات وپر خوف و خطر (رومیؒ)

تصور شیخ ہی معیت شیخ اور صحبت شیخ ہے۔

گر دردل تو گل گذرد گل باشی
در بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است اگر روزے چند
اندیشہ کل پیشہ کنی کُل باشی (رومیؒ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اس قدر فنائی الشیخ تھے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر خدا بھی مجھے نظر آئے اور وہ میرے شیخ خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی صورت میں نہ ہو تو میں نہ دیکھوں۔ حضرت سلطان العاشقین خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ خدا بھی مجھے نظر آئے اور وہ میرے شیخ حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر رضی اللہ تعالی عنہ کی صورت میں نہ ہو تو میں ہر گز نہ دیکھوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمال الٰہی بے رنگی اور بے صورتی میں تو نظر آنہیں سکتا جب نظر آئیگا تو کسی صورت میں۔ تو بہتر یہی ہے کہ صورت شیخ میں نظر آئے۔

تمام اہل اللہ کا یہی مسلک ومشرب رہا ہے۔ ایک دفعہ حضرت امام

ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہو گئے ہرچند علاج کیا گیا شفا نہ ہوئی آپ نے فرمایا فقیر کا فلاں مرید بیمار ہے اور وہ فنا فی الشیخ ہے اس کا علاج کرو جب اس کو شفا ہوگی تو فقیر بھی شفایاب ہوگا۔ مرید کا علاج کیا گیا مرید کو شفا ہوئی آپ بھی شفا یاب ہوئے۔

کسی نے حضرت شمس العارفین خواجہ شمس الحق والدین سیالوی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا نماز کے حال میں بھی تصور شیخ ضروری ہے تو آپ نے فرمایا ہاں ضروری ہے۔ سائل نے عرض کی کہ حضور نماز میں ماسوی اللہ کی نفی کی جاتی ہے تو شیخ کا تصور کیسے ہو سکے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کی نفی کر سکتا ہے۔ لیکن شیخ کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ماسوئے اللہ نہیں۔

بہرحال اقوال اولیا اللہ سے بھی تصور ثابت ہے۔ اور تصور شیخ سے ہی قوت خیالیہ پرواز کرکے عوالم لطیف کا سیر کرتی ہے۔

مابوئے پیرہن رادر دل ذخیرہ داریم
شاید زمصر ناید امروز کاروانے

ارشاد پنجم

حضرت شیخ الاکبر محی الدن ابن عربی رضی اللہ تعالی عنہ نے فتوحات مکیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ تصورا اور تخیل کیلئے صور والوں کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ بے رنگی اور بے صورتی تصور اور تخیل میں آ نہیں سکتی اس لئے علم کافی ہے اور فرمایارویتہ البصیرۃ علم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ وصورت کے لئے رویتہ البصارت لازم اور بے رنگی اور بے صورتی کیلئے رویت البصیرۃ حدیث احسان اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔ اَن تعبد اللہ کانک تراہ۔ وان لم تکن تراہ فانہ یراک "تم عبادت کے وقت یوں سمجھو کہ اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تم کو ضرور دیکھتا ہے" جس کو ہم نے دیکھا نہیں ہے اس کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ وہ ہمیں دیکھتا ہے تو ذات باری تعالیٰ کے لئے کسی جہت کا مقرر کرنا اور اسے کسی جہت میں مقید ومحدود کرنا حتی کہ جہت قبلہ میں اسے مقید کرکے سجدہ کرنا شرعاً شرک ہے تصور دیکھے بغیر ہو نہیں سکتا اور اس کے دیکھنے کیلئے ہم جہت مقرر کر نہیں سکتے تو پھر اس حدیث احسان کا کیا مطلب ہوا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضور سرکار دو عالم جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا

مفہوم سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ یہ مانا جا سکتا ہے کہ بعض چیزیں حضور کی ذات اقدس کیساتھ مخصوص ہیں مگر اس حدیث احسان کا مفہوم تو عام مسلمانوں پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لئے وہ تعلیم تجویز کی ہے جو محال ہو یا وہ عملاً" ادا نہ ہو سکتی ہو۔ بہر حال ہمارا ایمان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اور جو بھی اس منزل میں کمال حاصل رکھتے ہیں وہ بذریعہ احسان کرتے ہیں اور ہم بھی عبادات اور طاعات کا صحیح پھل بغیر احسان کے حاصل نہیں کر سکتے۔ تو یہ ضروری ہوا کہ ہم سمجھیں کہ احسان کسے کہتے ہیں۔

طاعات اور عبادات کی تکمیل بغیر احسان کے مشکل ہے۔ جب ذات باری تعالیٰ کیلئے جہت لازم نہیں آتی اور رنگ وصورت کے بغیر تخیل وتصور نہیں ہو سکتا۔ تو وہ پھر کون سا قاعدہ ہے جس سے وہ بے جہت اور بے قید اور بے رنگ وبے صورت بھی رہے اور احسان کا صحیح مفہوم بھی عملاً" ادا ہو سکے تو وہ رویۃ البصیرت ہے۔ رویۃ البصیرۃ کیا ہے۔ ایمان کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ علم الیقین۔ دوسرا عین الیقین تیسرا حق الیقین۔ علم الیقین کسے کہتے ہیں کسی شے کا علم درجہ یقین تک پہنچ جائے کہ وہ ہے اب جب ہمارا یقین کامل ہو گیا کہ ذات باری تعالیٰ کما

ھو باسمائہ وصفاتہ موجود ہے اور وہ ہمارے قیاس علم، ہم گمان اور عقل میں آ نہیں سکتا جسے ہماری عقل خدا تجویز کرے وہ ہماری عقل جزوی کی گھڑت الحاد اور زندقہ ہے۔ ہمیں اس میں غور کرنے کی بھی اجازت نہیں ہاں اپنے آپ میں غور کرنا ہی ذات باری تعالیٰ کی معرفت قرار دیا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ تو جب ہم اپنے آپ میں غور کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اگر ذات باری تعالیٰ کو کماھو با سمائہ وصفاتہ تسلیم کر لیا جائے اور ہمارا علم الیقین اس میں کامل ہو جائے تو اس کو بے حد وبے قید مانتے ہوئے کائنات کے وجود کو بھی تسلیم کریں تو سوائے اس کے نہیں کہ کائنات کا وجوذ اس ہستی بے قید و بے حد کیلئے ایک حد اور قید ہے۔ تو جب تک یہ قید وحد منقطع نہیں ہوگی ذات باری تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

دیوار نے ایک دن سورج سے عین اس وقت جب وہ پورے شباب میں چمک رہا تھا کہا کہ تو ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے والا ہے مگر میری ایک طرف سایہ ظلمت بن کر موجود ہے۔ تو نے اس کو دور کیوں نہیں کیا۔ تیرا نورا فگن ہونا میرے لئے کیا فائدہ مند ہے تو اس کے جواب میں سورج نے کہا کہ غورو فکر سے دیکھ کہ یہ جو سایہ ہے یہ تیرے وجود سے ہے یا میرے وجود سے۔ یہ سایہ تیرا ہے اگر تو درمیان سے اٹھ جائے تو یہ ظلمت

اور تاریکی دور ہو جائیگی۔ اگر دیوار کو یہ معرفت حاصل ہو جائے اور درمیان سے ہٹ جائے تو یقیناً ظلمت اور تاریکی دور ہو سکتی ہے، اسی طرح ہم بھی اس ہستی بے حد میں اپنے آپ کو تسلیم کرکے ظلمت اور تاریک میں ہیں۔ یہی حجاب ہے اگر اٹھ جائے تو وہی ہستی مطلق ہر جگہ جلوہ فگن ہے۔

قرب نے بالا وپستی رفتن است
قرب حق از ہستی خود رستن است (رومیؒ)

قرب کیا ہے ذات باری تعالیٰ کو جہت وقید حتیٰ کہ قید اطلاق سے بھی پاک کر دیتا ہے۔ تو جب اس کو جہت وقید سے پاک کر دیا جائیگا اور اس کو بے جہت وبے قید مانتے ہوئے اپنے آپ کو ایک حد اور قید مانتے ہوئے درمیان سے اٹھا دیا جائیگا تو بالا وپستی کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔

چوں حباب ازقید خود وامی شود
راست می گویم کہ دریا مے شود (رومیؒ)

جب حباب اپنی قید تعین سے پاک ہو جاتا ہے تو عین دریا کر اس میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس طرح جب نظر تعین سے اٹھ کر حقیقت پر پڑتی ہے تو ہر چیز عین حقیقت نظر آتی ہے۔ بے حد ہونے کی صورت میں اس کی حدوں کو عبور کرنا محال ہے اور اس کے بطون میں کسی شے کا وجود ماننا حلول واتحاد ہے جو شرعاً شرک ہے۔

حلول واتحاد ایں جا محال است
کہ در وحدت دوئی عین ضلال است

تو یہ ثابت ہوا کہ کسی شے کا وجود اس کو بے حدو بے قید تسلیم کرتے ہوئے مانا نہیں جا سکتا۔ سالک کو جب علم الیقین ہو جاتا ہے تو وہ پھر اس جستجو میں لگ جاتا ہے کہ جس کا علم الیقین ہوا ہے اس کیلئے عین الیقین بھی ہو جائے اور اسے مشاھدہ کروں رویتہ البصیرت کے اعتبار سے کوئی شے غیر اللہ نہیں۔ سالک جس طرف دیکھتا ہے وہی وہی نظر آتا ہے جیسا کہ حضور سرکار دو عالم جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ والذی نفس محمد بیدہ لوانکم دلیتم بحبل علی الارض السفلی لهبط علی اللّٰہ ثم قرء رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیه وسلم هوا الاول والاخر والظاهر والباطن قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے۔ اگر تم ایک ڈول کے ساتھ رسی باندھ کر سب سے نچلی زمین پر ڈالو تو وہ ڈول خدا پر ہی گریگا۔ پھر حضور سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن اس سے معلوم ہوا کہ جہاں بھی ہماری نظر پڑتی ہے وہاں سوائے اس ذات ہستی مطلق کے کوئی موجود نہیں۔ یہ تمام حجاب ہیں۔ جب تعینات کے

حجاب نگاہ سالک ہے اٹھ جاتے ہیں۔ تو وہ ہر چیز میں اسی ہستی مطلق کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اسے عین الیقین کہتے ہیں۔

عین الیقین کے بعد عشق و محبت کا یہ قاعدہ ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان جو وہمی اور اعتباری سی دوئی ہے اسے دور کر کے ایک ہو جائیں اور اس کے جلوہ وحدت میں گم ہو جائے عشق مجازی ہو یا حقیقی دوئی کو قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ مجنون کے جوش عشق میں خناق نکل آیا۔ فصاد کو فصد کرنے کیلئے کہا گیا جب فصاد نشتر لگانے لگا تو مجنوں کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں کہ نشتر نہ لگانا میرا وجود عشق لیلیٰ میں فناہ چکا ہے۔

ترسم اے فصاد گر فصدم کنی

نیش را ناگاہ بر لیلےٰ زنی (رومیؒ)

اے فصاد میں ڈرتا ہوں کہ کہیں نشتر لیلیٰ کے نہ جا لگے۔ بہر حال عشق دوئی کو مٹاتا ہے تو سالک ہر شے میں پانی میں پانی۔ ہوا میں ہوا ہو کر سما جاتا ہے۔ اور اسے سریان الوجود کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اسے کہتے ہیں حق الیقین۔ اور کہ کائنات کو حق میں اور حق کو کائنات میں مشاہدہ کرتا جب سالک کے نزدیک ہر شے اسی بے صورت کی صورت ہو جاتی ہے اور اسے علم الیقین سے لے کر عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین تک رسائی ہو جاتی ہے تو اسے کہیں ماسوی اللہ نظر نہیں آتا۔

مجھے وہ نگاہ بخشی تجھے ہر ادا میں دیکھے

تیرے ہر خرام پر ہو میری کیوں نہ جبہ سائی (نظامی)

پہلی چار قسطوں میں جو میں نے قبل ازیں اسی رسالہ ضیا میں اشاعت کے لئے بھیجی ہیں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سالک کو سب سے پہلے اس منزل میں قدم رکھتے ہی تصور شیخ کی ضرورت ہے۔ اب اس منزل میں پہنچنے کے بعد اسے کائنات میں کوئی ماسوی اللہ نظر نہیں آتا تو ان اللّٰہ خلق ادم علٰی صورتہ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ مطابق صورت آدم جو جامع تمام حقائق الہیہ اور حقائق کونیہ کی ہے اور جامع جمیع مراتب ہے کا تصور صورت شیخ میں کرتا ہے۔

جب خلافت اور نیابت حضرت انسان کو ذات باری تعالٰی نے عنایت فرمائی ہے اور تمام صفات اور اسماء کا مظہر کامل قرار دیا ہے۔ تو تمام عالم کو حضرت انسان کبیر اور حضرت آدم کو انسان صغیر دیکھتا ہے۔

جہاں انسان شدو انسان جہانے ازیں پاکیزہ تر نبود بیانے

تو حضرت انسان کا تفصیلی مرتبہ تمام عالم ہے اور اجمالی مرتبہ حضرت انسان ہے تو انسان جہاں میں ہوا۔ اور جہان انسان میں سمایا ہوا ہے اب یہ ضروری قرار پایا کہ کسی انسان کامل کا تصور جسے شیخ کامل کہتے ہیں لازمی اور لابدی ہے۔ جس ایک تصور سے وہ کائنات کو حق میں اور حق کو کائنات

میں مشاہدہ کرے اور ایک امر دوسرے امر کا مانع نہ ہو۔ ایک امر دوسرے کا حجاب نہ ہو بہر حال جو کچھ فقیر نے عرض کیا اس کے مطابق سالک کو ہر منزل میں تصور شیخ کی ضرورت ہے اس کے بغیر رویۃ البصیرۃ حاصل نہیں ہو سکتی اور احسان کی تکمیل محال اور مشکل ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار

ہے۔ واذ قال ربک للملئکته انی خالق بشرا" من صلصال من حما مسنون جب ذات باری تعالیٰ نے فرشتوں کو ارشاد فرمایا کہ میں ایک بندہ گوندھی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔

فاذا سویته اور فرمایا کہ جب میں اسے درست کرلوں یعنی اپنی تجلی جو میں اس میں کرنے والا ہوں۔ اس کے قابل اور مستعد بنالوں۔ ونفخت فیه من روحی اور میں اس میں اپنی روح نفخہ کروں۔ ان تمام صفات جلالی اور جمالی کیساتھ اس میں متجلی ہو جاؤں سرچشمہ جمال بنالوں فقعواله ساجدین تو اے فرشتوں! میرے اس مظہر کے سامنے سجدہ کرنا ہوگا۔ تو سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ نے خلافت آدم کو فرشتوں سے منوایا اور اس حریم حسن وجمال میں سرنگوں کر دیا۔ فسجد الملئکته کلھم اجمعون سے صاف ظاہر ہے کہ تمام فرشتے خواہ ارضی ہوں یا سماوی اس خلافت الہیہ کے سامنے جھکا دیئے گئے۔ الا ابلیس مگر ابلیس نے سجدہ سے نکار کر دیا اور کہا۔ انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین۔ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ مجھ کو آگ سے پیدا کیا جو مٹی سے افضل ہے اور اس کو مٹی سے۔ ذات باری تعالیٰ نے اشاد فرمایا اخرج فانک رجیم نکل جا تو لعنتی ہے۔ تو جس نے حضرت انسان کے مظہر کامل اور خلیفہ ہونے سے انکار کیا

لعنتی قرار دے دیا گیا۔

اب خلافت الہیہ کا منشا کیا ہے۔ بے رنگی اور بے صورتی کو تو کوئی پا نہیں سکتا۔ لاتدرکہ الابصار و ھو یدرك الابصار۔ ذات باری تعالیٰ کو کوئی کنہ کے اعتبار سے ادراک نہیں کر سکتا اور وہ تمہیں اپنا مظہر بنا سکتا ہے۔

جب ہماری عقل، علم، حواس وغیرہ ذات باری تعالیٰ کو کنہ کے اعتبار سے پا ہی نہیں سکتے تو اس حکومت الہیہ کیلئے ایک ایسے خلیفہ کی ضرورت تھی جو اس کا مظہر کامل ہو اور ہمارے ابصار اور حواس اسے دیکھ سکیں۔ اور خلیفہ اور نائب ہونے کے اعتبار سے تمام اسماء اور صفات کے احکام و آثار کو جس کا وہ مظہر کامل ہے اس عالم میں نافذ کرے اس لئے ارشاد ہوا علم ادم الاسماء کلھا ہم نے آدم علیہ السلام کی تربیت اس طرح کی کہ تمام اسماء اور صفات کے اسرار غوامض اور معارف سکھا دئے اور اسے حق دے دیا کہ وہ انہیں مسند خلافت پر بیٹھ کر جاری کرے جو اس کا انکار کرے اسے کافر اور ملعون قرار دیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جوہر جو حضرت انسان کو تفویض کیا گیا ہے۔ ورثہ کے طور پر حضرت انسان میں چلا آرہا ہے ارشاد ہوتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ بیشک ہم نے حضرت انسان کو پیکر حسن وجمال پیدا کیا ہے۔ ثم رددنه اسفل

سافلین- پھر ہم نے اس کو اپنے نزولی مراتب میں محجوب کر دیا یعنی اس کو اپنے آپ سے بے خبر کر دیا لیکن احسن تقویم کا جوہر اس میں موجود ہے- الا الذین امنو وعملو الصلحت مگر وہ جو ذات باری تعالیٰ پر ایمان لائے یعنی اس پر ایمان لائے کہ ذات باری تعالیٰ نے اس کو اپنا مظہر کامل اور خلیفہ بنایا ہے- اور اعمال صالحہ سے اس پر وہ اسرار و غوامض جو الانسان سری وانا سرہ' میں مخفی تھے منکشف ہوئے تو فلھم اجر غیر ممنون کے مقام اور مرتبہ پر فائز ہوا جیسا کہ حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں-

ایں جہان وساکنانش منتشر

واں جہان وسالکانش مستمر (رومیؒ)

یہ جہاں اور اس کے رہنے والے حجابات میں ہیں- اور وہ جہان اس کے سالک ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں-

ایں جہان و عاشقانش منقطع اہل آں عالم مخلد مجتمع (رومیؒ)

یہ جہان اور اس کے عاشق منقطع ہیں اور اس عالم کے رہنے والے مخلد ار مجتمع ہیں یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں- ان کیلئے فنا نہیں-

لوہا بظاہر تاریک ہے لیکن اگر اس کو صیقل کر دیا جائے تو چمک اٹھتا ہے اور آئینہ بن جاتا ہے- حقیقت یہی ہے کہ چمک جانے کا جوہر لوہے میں

طبعاً" موجود تھا رگڑ سے وہ جوہر آشکار ہوا۔ صقل گر نے اپنے پاس سے اس کو یہ کمال نہیں دیا۔ بہر حال اس کا ہی کمال تھا اور ظاہر ہوگیا۔ اسی طرح انسان بھی جب تعینات کے ظلمتکدہ میں اپنے آپ سے محجوب ہوتا جاتا ہے اور وہ احسن تقویم کا جوہر تکدر اور کثافت سے آلودہ ہو کر رہ جاتا ہے تو اس کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔ کہ کوئی صقل گر ملے جو اس جوہر کو ایک ضرب سے چمکادے۔ وہ صقل گر شیخ کامل ہے جس پر احسن تقویم کا جوہر کھل چکا ہے اسفل سافلین کے حجابات اٹھ چکے ہیں اور ذات باری تعالیٰ کا مظہراتم ہونا اس پر آشکار ہوا چکا ہے اور وہ حقیقت میں مسند خلافت پر مسند آرا ہے۔ اور نفخت فیہ من روحی کے تصرفات سے عالم کو اپنے تصرفات سے مستفیض کرتا ہے۔ اس کیلئے فنا نہیں وہ اس عالم میں ہو یا اس عالم میں ہمیشہ علم ادم الاسماء کلھا کی تربیت گاہ سے مستفیض ہو کر گم کردگان منزل کے لئے مشعل راہ بنتا ہے۔

سالک کو جب ایسا شیخ کامل مل جاتا ہے تو سالک اس کے تصور میں فنا ہو کر فنافی الشیخ ہوتا ہے۔ اور فنافی الشیخ ہو کر اپنے حقیقی جس کا کہ وہ مظہر کامل ہے کو پاتا ہے۔ تو یہ صاف ظاہر ہے کہ تصور شیخ کے بغیر سالک پر ان مراتب اور مقامات کا کھلنا محال ہے جن کا کہ وہ مظہر کامل ہے اور وہ جوہر جو اس کو فطرت نے تفویض کیا ہے ہرگز کھل نہیں سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ارشاد ہفتم

ظہور حضرت انسان سے قبل کائینات مثل زمین عرش وکرسی، لوح وقلم، ارواح وملائکہ، جنات، حیوانات، نباتات، جمادات مٹی، پانی آگ، ہوا ہر چیز موجود تھی اس کی مثال یہ تھی جیسے آئینہ تو ہو اور اس کو جلا نہ دی گئی ہو جس میں دیکھنے والا اپنا جمال مشاہدہ کر سکے جب ذات باری تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اپنا جمال بہمہ صفات و کمالات مشاہدہ کروں تو ایک ایسے مظہر کی ضرورت تھی جو جمال باری تعالیٰ کا ہمہ صفات وکمالات مظہر کامل بن سکے جیسا کہ ذات باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

انا عرضنا الامانته علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ زمین وآسمان اور پہاڑوں نے اور جو بھی ان میں مخلوق موجود تھی تمام نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور حضرت انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا حقیقت میں وہ امانت کیا تھی۔ یہی جمال الٰہی تھا جس کے زمین و آسمان اور جبال اور مافیہا متحمل نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان وہ استعدادا اور قابلیت نہ تھی جب حضرت انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا تو مولا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

انه کان ظلوما جهولا جس نے امانت کے بوجھ کو اٹھا لیا وہ ظالم اور جاہل تھا۔ ظالم اور جاہل ہونا آئینے کی صفت ہے کیونکہ اس کی جلا بوجہ ظلمت ہوتی ہے۔ جب تک اس کی پشت پر سیاہی نہ چڑھائی جائے آئینے میں جلا پیدا نہیں ہوتی اور وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس میں صورت نظر آسکے اور آئینہ جاہل اس لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ سے بے خبر ہوتا ہے جو صورت اس کے سامنے آجائے اس کو ظاہر کرتا ہے اپنی طرف سے اس میں کچھ شامل نہیں کرتا۔ جمال یار کی ہر ادا کا حامل ہے ہر مشق ناز کا متحمل ہے دیکھنے والا جلال بن کر دیکھے یا جمال ہر ادا کو ظاہر کرتا ہے۔

میں ہوں جلوہ گہ تو جلوہ میں ہوں آئینہ تو رائی
میری تجھ سے آشنائی تیری خود سے آشنائی

بہر حال ذات باری تعالیٰ نے حضرت انسان کو اپنے جمال کا آئینہ بنایا۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اپنے اسماء وصفات کا مظہر تو بنایا تھا لیکن ان میں اتنی استعداد اور قابلیت موجود نہ تھی کہ ذات باری تعالیٰ کی تمام صفات و کمالات کے مظہر کامل بن سکیں۔ لہٰذا ذات باری تعالیٰ نے حضرت انسان کو جامع جمیع مراتب بنایا اور اس میں اپنے ظہور کو درجہ اتم تک پہنچایا۔ یا یوں سمجھ لیجئے۔

نہ آئینہ را اندر برابر۔ درو بنگر ببیں آں شخص دیگر

(رومیؒ)

سامنے آئینہ رکھ کر دیکھ اس میں تجھے ایک تیری ہی دوسری صورت نظر آتی ہے۔

یکے را باز بیں تا چیست آں عکس

نہ ایں است ونہ آں پس کیست آں عکس (رومیؒ)

اور زیادہ توجہ دلائی کہ غور سے دیکھ وہ عکس کیا ہے حقیقت میں نہ تو وہ عکس تیرا غیر ہے اور نہ ہی تیرا عین۔ اگر وہ عکس عین تو ہی ہوتا تو اس کے غائب ہو جانے سے تو غائب ہو جاتا اور اگر وہ تیرا غیر ہوتا تو وہ عکس تیری ہر حرکت و سکون کا کیوں حامل ہوتا۔ پھر سمجھایا۔

تو چشم عکسی و او نور دیدہ

بدیدہ دیدہ را دیدہ کہ دیدہ (رومیؒ)

کہ جب تو کسی کے جمال کا آئینہ ہے اور تیرے اس آئینہ میں وہ جمال منعکس ہوا ہے تو تیری ہر ادا عکسی ہے۔ دیکھنے والا کوئی اور ہے اور تیرا دیکھنا عکسی بولنا کسی اور کا ہے اور تیرا بولنا عکسی تیرا سننا کسی اور کا ہے۔ اور تیرا سننا عکسی۔

جب کسی پر یہ راز کھلتا ہے تو وہ کنت له سمعه الذی یسمع به کا مصداق ہوتا ہے جس کو قرب نوافل کہتے ہیں۔

جب صفات باری تعالیٰ میں گم ہو جاتا ہے تو صفات کو بغیر ذات نہیں پاتا کیونکہ صفات کسی حال میں بھی ذات مصوف سے منفک نہیں ہوتیں۔ اس کی مثال بعینہ یہی ہے جیسے سورج کو روشنی کے بغیر دیکھا جائے سورج روشنی سے اور روشنی سورج سے کسی حال میں منفک نہیں ہو سکتی۔ روشنی کو سورج سے الگ کیا جائے تو سورج نہیں۔ اور اگر سورج کو روشنی سے الگ کیا جائے تو روشنی نہیں اسلئے صفات باری تعالیٰ کا جب انفکاک لازم نہیں تو حضرت انسان کی ذات مظہر ذات باری تعالیٰ اور صفات مظہر صفات باری تعالیٰ ہیں۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اور فرد فرد مظہر اسماء وصفات باری تعالیٰ ہے حضرت انسان جامع جمیع مراتب اور اسماء وصفات وذات کا مظہر کامل۔ تو جو تمام کائنات میں تفصیلی طور پر ظاہر ہے۔ وہ حضرت انسان میں اجمالی اور کلی طور پر موجود ہے۔ اگر تفصیلی مراتب زمین و آسمان' عرش و کرسی' لوح و قلم' ارواح وملائکہ حیوانات' نباتات' جمادات موجود ہیں تو حضرت انسان میں بھی یہ مراتب اجمالی اور کلی طور پر موجود ہیں۔

جہاں انسان شد وانساں جہانے
ازیں پاکیزہ تر نہ بود بیانے

الغرض یہ ثابت ہوا کہ حضرت انسان میں اجمالی طور پر تمام جہان چھپا

ہوا ہے اور یہ تمام عالم کی ام الکتاب ہے اور عالم کتاب مبین یعنی مفصل کتاب جس پر یہ تمام مراتب کھل جاتے ہیں وہی شیخ کامل ہے۔ خود ہی سمجھ لیجئے اس انسان کامل کا تصور جس پر یہ تمام مراتب کھل چکے ہیں کیا کام کرے گا۔

شب تعین کی ظلمت دور ہونے کی دیر ہے ذرہ سورج کے سامنے آیا اس نے اپنے انوار سے اس کو منور کردیا۔

بہرحال یہ تصور سالک کو شب تعین کی ظلمت اور تاریکی سے نکال کر اپنے انوار کے سامنے رکھ کر منور کر دیتا ہے اپنے رنگ میں رنگ کر اس امانت کو جو اس نے اٹھائی تھی امین بنا کر امانت کا حق پورا کر دیتا ہے۔

شیخ کامل کی تلاش اہم اور ضروری ہے۔ ورنہ اپنے آپ سے بے خبر ہو کر اس دینا سے ضائع جائیگا۔ اور امانت کا حق پورا نہ ہو سکے گا۔

ارشاد ہشتم

ہر تعین کیلئے اس کا ایک عین ہے۔ اور وہ تعین اپنے عین پر کوئی زاید وجود نہیں جیسے پانی سے برف وجود میں آئی ہے مگر برف کا تعین پانی کا عین ہے اور اپنے عین پر برف کوئی زاید وجود نہیں رکھتی اگر زاید وجود ہوتا تو پگھل جانے پر تمام کا تمام اپنے عین میں نہ سما جاتا زاید وجود باقی رہ جاتا باقی نہ رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ برف کا وجود پانی کا غیر نہیں ہے بلکہ عین پانی ہے۔ ہر تعین اپنے عین کے اسی طرح قریب جیسے برف پانی کے۔

ہر عین کو مولا کریم جل مجدہ' نے اپنے تعین کے نگل جانے کیلئے حلق عطا فرمایا۔ جب وہ اسے نگل جاتا ہے تو عین باقی رہ جاتا ہے۔ اور تعین فنا ہو جاتا ہے پانی پھر ایک تعین ہے اور سراب اس کا عین سراب جب پانی کے تعین کو نگل جاتا ہے تو سراب رہ جاتا ہے اور پانی کا تعین فنا ہو جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ برف کا تعین کثیف تھا اور پانی کا تعین لطیف۔ سراب پھر ایک تعین ہے اس کا بھی ایک عین ہے سراب کا تعین پانی کے تعین سے لطیف ہے یہ سلسلہ غیر متناہی سفر ہے۔ کیونکہ تسلسل باطل ہے۔ آخر میں ایک ایسا عین آتا ہے جس کے لئے تعین نہیں ہے اور وہ لاتعین ہے۔ اور وہی منزل مقصود ہے۔ اہل اللہ کے نزدیک اسی طرح ہر صورت کا

ایک عین ہے۔ جسے مثال صورت کہا جاتا ہے اور پھر مثالی صورت ایک تعین ہے۔ اس کا ایک عین ہے جسے عالم ارواح کہا جاتا ہے اور وہ مجرد بسیط ہے پہلی صورت ٹوٹنے اور جڑنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو قبول کرتی ہے اس میں محو واثبات رہتا ہے۔ اسی میں خوراق عادات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اگر کسی ولی اللہ سے سرزد ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ اگر کسی نبی سے سرزد ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ دوسری صورت مثالی ٹوٹنے اور جڑنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ ایک لطیف عالم ہے لیکن اس میں تمیز بعضھا من بعض موجود نہیں۔ تیسری صورت عالم ارواح ہے جو خرق اور التیام یعنی ٹوٹنے پھوٹنے اور جڑنے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو قبول نہیں کرتی اس میں تمیز بعضھا عن بعض نہیں ہے اور یہ مجرد بسیط ہے۔

جیسا کہ فقیر نے عرض کیا کہ ہر عین اپنے تعین کو نگل جاتا ہے۔ تو مثالی صورت اپنے تعین کو نگل جاتی ہے۔ پھر مثالی صورت کا تعین جس کا عالم رواح عین ہے۔ اور پھر یہ عین اپنے تعین کو نگل جاتا ہے جب صورت کا تعین فنا ہو کر عین مثالی صورت ہو جاتا ہے اور مثالی صورت کا تعین عین عالم ارواح ہو جاتا ہے تو سالک عین روح ہوتا ہے۔ اور مرتبہ روح پر فائز ہو کر تمام عالم میں روح کی طرح تصرف کرتا ہے جیسے روح ذرہ ذرہ میں

جاری و ساری ہے اسی طرح وہ بھی ذرہ ذرہ میں جاری و ساری ہوتا ہے جیسا کہ حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

نقش آدم لیک معنی جبرائیل
رستہ از خشم وہوا وقال وقیل (رومیؒ)

دیکھنے میں صورت آدم معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ مرتبہ کے اعتبار سے مرتبہ روح پر فائز ہوتے ہیں۔ وہ بھی روح کی طرح غصے طمع قال وقیل سے پاک ہوتے ہیں پھر فرمایا۔

صورتش بر خاک جاں درلامکاں
لامکانی فوق وہم سالکاں (رومیؒ)

صورتیں ان کی زمین پر نظر آتی ہیں جانیں لامکان پر ہوتی ہیں۔ کیونکہ لامکانی بھی سالکوں کی ایک منزل ہے۔ یعنی عالم ارواح بھی سالکوں کی ایک منزل ہے۔

بل مکان ولا مکاں در حکم او ہمچو در حکم بہشتی چار جو
(رومیؒ)

بلکہ مکان اور لامکان ان کے حکم میں ہوتا ہے یعنی مکان وَالا مکان میں وہ تصرف کرتے ہیں۔ جیسے بہشتی کے حکم میں جنت کی چار نہریں ہیں

کیونکہ روح کے تصرف سے عالم کے ذرہ ذرہ اور فرد فرد میں زندگی

فرمایا ہے اب اس جوہر کو آشکارا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ایسا شیخ کامل ہو جس پر یہ جوہر آشکارا ہو چکا ہو اور وہ اپنے تصرف سے ان منازل کو طے کروادے۔

یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ عالم مثال وہ ہے جس میں تمام عالم کی مثالی صورتیں موجود ہیں حضرت انسان عالم مثال کا جامع ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت انسان کی صورت ان تمام مثالی صورتوں کی جامع ہے تو انسانی صورت' جتنے تعینات عالم میں موجود ہیں تمام کی جامع ہے ہر صورت کی مثالی صورت بھی اس میں ضرور موجود ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لینا چاہئے کہ عالم مثال ان تمام لطیف صورتوں کا جامع ہے۔ جو ظہور میں آچکی ہیں اور ظہور میں آنے والی ہیں اگر سالک پر یہ مرتبہ کھل جائے تو وہ جو ہو چکا اور ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے تمام سے آشنا ہو سکتا ہے تمام اولیا اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر یہ مرتبہ کھلا ہے مگر حضور سرکار مدینہ جناب محمد الرسول اللہ صلی تعالی علیہ وسلم پر کماحقہ کھولا گیا۔ اسی لئے حضور سرکار ابد قرار عالم ماکان ومایکون ہیں۔

جب سالک اپنے اس عین میں فنا ہوتا ہے تو عین عالم مثال ہوتا ہے اس کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی مقام پر موجود ہو جائے وہ صوفی ابوالوقت ہوتا ہے۔ وقت اس کے تابع ہوتا ہے وہ وقت کے

تابع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اولیا اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کرامات سے ظاہر ہے۔

حضرت حس بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ظہر کی نماز بیت اللہ شریف میں پڑھتے اور عصر کی نماز پھر بصرہ میں جا کر ادا کرتے اور حضرت قبلہ عالم غریب نواز خواجہ نور محمدؒ کو آپ کے مرید نے حج کے دن عرفات میں دیکھا اور آکر دریافت کیا تو آستانہ عالیہ کے درویشوں نے کہا کہ وہ اس وقت حجرہ شریف میں موجود تھے۔ ان کے جسم بے سایہ ہو جاتے ہیں جیسے کہ حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

چوں فنا در فقر پیرایہ شود

آں محمدؐ وار بے سایہ شود (رومیؒ)

جب منزل فقر میں سالک مقام فنا میں پہنچتا ہے تو وہ جناب رسالتمآب ﷺ کی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے۔

حضور سرکار مدینہ جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کا وہ واقعہ کہ حضور اپنے حجرہ شریف میں تشریف لائے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کمر میں پٹکا ڈالا وہ پٹکا اس طرح نکل گیا جیسے کوئی چیز ہوا سے نکل جاتی ہے۔

اس مرتبہ پر دلالت کرتا ہے اور حضور سرکار مدینہ جناب محمد الرسول

اللہ ﷺ کے غلاموں پر جب یہ مرتبہ کھلا تو حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے عشق ومستی میں نعرہ سبحانی ما اعظم شانی لگایا۔ جب اس مقام عشق ومستی سے باہر آئے تو مریدوں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کلمات کہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ "اگر پھر ایسے کہوں تو واجب القتل ہوں" جب پھر وہی مستی طاری ہوئی تو آپ نے وہی کلمات ارشاد فرمائے اور مریدوں نے آپ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے آپ پر چھریوں سے وار کئے لیکن آپ کے جسم مقدس پر کوئی زخم نہ آیا۔ یہ بھی اس مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔

جب یہ مثالی تعین اپنے عین میں فنا ہوتا ہے تو وہ عین۔ روح ہوتا ہے۔ جب تعین روح اپنے عین میں فنا ہوتا ہے تو سالک عین حق ہوتا ہے۔ یا اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ پہلی صورت میں جسم صورت ہوتا ہے۔ اور مثالی صورت اس کی جان۔ جب اس اسے آگے قدم رکھتا ہے تو مثالی صورت جسم ہوتا ہے۔ اور روح اس کی جان۔ جب اس سے بھی سبقت کرتا ہے تو روح بمنزلہ جسم ہوتی ہے اور ذات حق بمنزلہ جان۔ اس کے بعد جب پھر عروج کرتا ہے تو اس پر ان اللہ خلق ادم علی صورتہ کا مرتبہ کھل جاتا ہے۔ اس کی صورت عین حق کی صورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے الم ترالی ربک کیف مد الظل

ولوشا لجعلہ ساکنا۔ "اے محبوب ﷺ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے کس طرح اپنے سائے کو لمبا کیا ہے اور اگر وہ چاہے تو اسے پھر سمیٹ لے۔" حضرت رومی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کیف مدالظل نقش اولیاست

کوز عکس نورخورشید خدا است (رومیؒ)

اولیا اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذات باری کے ظلال و عکوس ہیں۔ جب وہ چاہے ان عکوس وظلال کو اپنی ذات میں سمالے۔

حضرت انسان میں یہ جو ہر تو موجود ہے کہ اس کی صورت عین مثالی صورت ہو جائے اور مثالی صورت عین روح ہو جائے اور روح عین حق ہو جائے۔ مگر یہ جوہر آشکارا کرنے کیلئے کون سا طریق اختیار کیا جائے اس کو اہل اللہ کی زبان میں طریقت کہا جاتا ہے اور منزل سلوک کہ انسان بے صورتی سے صورت میں تو آیا ہے اب یہ بے صورتی کی طرف کیسے جائے۔

برف اپنے عین میں سما تو جاتی ہے مگر اس کیلئے مناسب حرارت کی ضرورت ہے اگر اس کو بر وقت حرارت نہ ملے تو وہ اور زیادہ کثیف ہو کر پتھر ہو جاتی ہے اس کثافت کو دور کرکے پانی کی طرف رجوع کرنے کیلئے حرارت کی ضرورت ہے۔ جب اس کو حرارت میسر آتی جائیگی یہ منزل بہ

منزل اپنے مقصود کو پالے گی۔

اسی طرح صورت کے تعین کو مثالی صورت کی طرف جانے کیلئے ایک حرارت کی ضرورت ہے۔ جسے تصور شیخ کہتے ہیں۔ کیونکہ جب سالک تصور شیخ کرتا ہے تو شیخ کامل کے تصرف سے جس پر یہ مراتب کھل چکے ہیں صورت ظلماتی سے صورت نورانی یعنی مثالی صورت کی طرف رجوع کرتا ہے اس کیساتھ یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ حضرت انسان جامع جمیع مراتب ہے اس لئے جتنے مراتب ظلماتی ہیں وہ بھی اس کی نظر میں نورانی ہو جاتے ہیں یعنی وہ ہر شئے کو مثالی صورت میں دیکھتا ہے۔

جب ترقی کرکے مثالی مرتبہ میں پہنچتا ہے تو برزخ شیخ یعنی مثالی برزخ شیخ کا تصور اسے اپنے تصرف سے مرتبہ روح میں فنا کر دیتا ہے جب وہ اس سے بھی سبقت کرتا ہے تو مرتبہ روحانی شیخ کا تصور اسے اپنے تصرف سے اپنے عین میں فنا کر دیتا ہے۔ بہر حال یہ لازم قرار پایا ہے کہ تصور شیخ کے بغیر کبھی کسی منزل میں ترقی نہیں کر سکتا۔ ہر مرتبہ میں وہ ہر شے کے تعین کو اپنے مرتبہ کے مطابق ملاحظہ کرتا ہے حتیٰ کہ عین حق ہو کر ہر تعین کو عین حق دیکھتا ہے۔

بیاور وادی ایمن کہ نا گاہ

درختے گویدت انی انا اللہ

وادی ایمن میں، آکر دیکھ کہ اچانک تجھے درخت سے انی انا اللہ کی صدا آئیگی۔

روا باشد انا الحق از درختے

چرا نہ بود روا ازنیک بختے

جب اس منزل میں درخت کا انا الحق کہنا جائز ہے تو سالک کیلئے بدرجہ اتم جائز اور درست ہے۔

ارشاد نہم

ذات باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

ہم نے انسان کو پیکر حسن وجمال پیدا فرمایا۔ ایک مکان کی تقویم اس کی چار دیواروں' چھت اور در وازوں سے ہے۔ دیواریں ہوں اور چھت نہ ہو مکان کہلا سکتا ہے؟ چھت ہو دیواریں نہ ہوں تو مکان نہیں کہلا سکتا۔ تو اس سے یہ ثابت ہے کہ مکان کی تقویم دیواروں چھت اور دروازوں سے ہے ان میں سے ایک کی بھی نفی کر دی جائے تو مکان نہیں۔ اسی طرح حضرت انسان کی احسن تقویم مولا کریم جل مجدہ' نے اس کے ان تمام مراتب سے کی ہے جن کا یہ جامع ہے۔ ان میں سے ایک مرتبہ کا بھی گرا دینا اس کی احسن تقویم کے منافی ہے۔

اس کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے اس کو جامع جمیع مراتب پیدا کرکے ثم رددنہ اسفل سافلین حجابات ظلمانی میں ڈال دیا۔ اب ان حجابات کا اٹھ کر ان تمام مراتب کا جس کا یہ جامع ہے کھل جانا بھی ضروری ہے۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے الا الذین امنوا واعملو الصلحت فلھم اجر غیر ممنون اس سے یہ ثابت ہوا کہ ایک طبقہ وہ بھی ہے جس

پر حجابات اٹھ چکے ہیں- اور مراتب کا انکشاف ہو چکا ہے اور احسن تقویم کا منشاء پورا ہو چکا ہے-

اس صحبت میں فقیر حضرات خمسہ الہیہ کو بیان کرتا ہے جن کا حضرت انسان جامع ہے-

1- غیب الغیب- جس کا نشان صور علمیہ ذاتی ہیں یعنی اعیان ثابتہ ہیں-

2- غیب مضاف _ جس کا نشان عالم ارواح ہے-

3- عالم شہادت- جس کا نشان عالم ملک ہے-

4- غیب مضاف عالم شہادت- جس نشان عالم مثال ہے-

5- حضرت انسان جو ان تمام مراتب کا جامع ہے-

حضرت انسان کی احسن تقویم ان حضرات خمسہ الہیہ سے ہے ان میں سے کسی ایک مرتبہ کا گر جانا بھی احسن تقویم کے منافی ہے- حضرات خمسہ الہیہ مراتب کلی ہیں-

جب حضرت انسان حضرت خمسہ الہیہ کا جامع ہے ان مراتب کلی سے کوئی شے باہر نہیں ہے- حضرت غیب مطلق کا نشان اعیان ثابتہ یعنی علمی صورتیں ہیں- ان کو معلومات الہیہ بھی کہتے ہیں- معلومات ہمیشہ علم سے مقدم ہوتے ہیں اس لئے یہ معلومات الہیہ علم سے مقدم ہیں جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے

اعیان ثابتہ نے وجود کی بو تک نہیں سونگھی ماشمت رائحۃ الوجود وہ اب تک اپنے اصلی عدم پر موجود ہیں۔ یعنی جو کچھ ذات میں موجود تھا وہی علم میں ظاہر ہوا۔ جو کچھ علم میں تھا یعنی اعیان ثابتہ کے لباس میں متلبس ہو کر ذات وجود نے ظہور کیا جس کا پہلا مرتبہ عالم ارواح ہے یہ مرتبہ ظہور کا پہلا مرتبہ ہونے کے اعتبار سے مراتب کونیہ کا پہلا مرتبہ ہے۔ مجرد بسیط ہے تجزی اور تبعیض کو قبول نہیں کرتا خرق اور التیام سے پاک ہے۔ اور یہ حضرات خمسہ الہیہ کا دوسرا مرتبہ ہے اس ذات وجود کا مشابہ اور آئینہ ہونے کے اعتبار سے غیب مضاب کہتے ہیں یہ مرتبہ ذات باری تعالیٰ کا مشابہ ہونے کے اعتبار سے غیر متناہی اور بے حد ہے چونکہ غیب مطلق کا مضاف ہے اس لئے اس مرتبہ کو غیب مضاف کہتے ہیں۔ جس کا نشان عالم ارواح ہے۔

حضرات خمسہ الہیہ کا چوتھا مرتبہ عالم شہادت ہے جس کا نشان عالم ملک ہے یعنی جو تعینات ذات کے بطون میں موجود تھے۔ جب ذات باری تعالیٰ نے ان کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلا لباس ان کو دیا گیا وہ عالم ارواح یعنی غیب مضاف اور وہ مجرد بسیط من غیر امتیاز بعضہا عن بعض تھے جب وہ ظہور کے اتم درجہ کو پہنچے تو امتیاز بعضہا عن بعض پیدا ہو گئی۔

اس کو مرتبہ عالم شہادت کہتے ہیں جس کا نشان عالم ملک ہے اس عالم شہادت کا ایک غیب مضاف ہے جس کا نشان عالم مثال ہے اور یہ مرتبہ حضرات خمسہ الہیہ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ عالم مثال یا عالم خیال، عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان برزخ ہے اور یہ عالم ملک سے بھی مشابہ ہے اور عالم ارواح سے بھی لطیف اشکال ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کا مشابہ ہے اور مقداری ہونے کے اعتبار سے عالم اجسام یعنی عالم ملک کا مشابہ ہے۔

عالم مثال اتنا بڑا عالم ہے کہ اس کے سامنے یہ عالم اجسام ایسے ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگوٹھی رکھ دی جائے یا ایک بڑے دائرے کے سامنے چھوٹا دائرہ ہو۔ عالم مثال کی دو قسمیں ہیں عالم مثال مطلق اور عالم مثال مقید۔ جس کو ہم [illegible] خیال کہتے ہیں وہی مثال مقید ہے۔

جو کچھ اس عالم میں ظاہر ہو رہا ہے وہ مثال مطلق سے نزول کرتا ہے اس کو مثال امکانی کہتے ہیں۔ اور پھر اس عالم سے عروج کرکے دوسرے عالم کی طرف عروج کرتا ہے اس کو مثال معانی کہتے ہیں یہ عالم مثال کے دو برزخ ہیں جو آپس میں جدا جدا ہیں۔

جو کچھ اس عالم ملک میں موجود ہے۔ اور ہر چیز جو عالم ملک میں ظاہر ہونے والی ہے تمام عالم مثال میں موجود ہے یہ عالم شہادت یعنی عالم ملک کا غیب مضاف ہے۔

حضرات خمسہ الہیہ کا پانچواں مرتبہ حضرت انسان ہے۔ جو ان حضرات خمسہ الہیہ کا جامع ہے۔ جس میں غیب مطلق جس کا نشان اعیان ثابتہ ہے اور غیب مضاف جس کا نشان عالم ارواح ہے اور عالم شہادت جس کا نشان عالم ملک ہے اور عالم شہادت کا غیب مضاف یعنی عالم مثال۔ اور خود حضرت انسان جو ان چاروں مراتب کا جامع ہے۔ تو انسان کامل وہ ہے جس پر یہ تمام مراتب کھل جائیں۔ جب اس پر تمام مراتب کھل جاتے ہیں تو غیب مطلق جس کا نشان اعیان ثابتہ ہے۔ اور غیب مضاف جس کا نشان عالم ارواح ہے اور عالم شہادت جس کا نشان عالم ملک ہے اور عالم شہادت کا غیب مضاف جس کا نشان عالم مثال ہے۔ روشن و ظاہر ہو جاتے ہیں اعیان ثابتہ کے اعتبار سے اس کو علم الہی سے آگاہی کا ہونا ضروری ہے اور غیب مضاف کا جامع ہونے کے اعتبار سے اس پر عالم ارواح کا کشف ضروری ہے اور عالم شہادت کے اعتبار سے عالم ملک میں کوئی ایسی شے نہیں جو اس پر ظاہر نہ ہو۔ اور عالم مثال عالم ملک کے غیب مضاف کے اعتبار سے عالم مثال مطلق سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ سالک کی تربیت کیلئے ایسے مرد کامل کا ہونا ضروری ہے جس کو شیخ کامل کہتے ہیں۔ کیونکہ شیخ کامل ان مراتب کلی کا جامع ہے اور اس پر یہ تمام مراتب کھل چکے ہیں۔ سالک بھی ان مراتب سے باہر نہیں ہے اس لئے وہ سالک کے ظاہری اور باطنی حالات کو

اچھی طرح جانتا ہے وہ سالک کی اصلاح اپنے تصرف سے کرتا ہے اور سالک کماحقہ' اس تصرف سے تب ہی مستفیض ہو سکتا ہے جب تصور شیخ میں فنا ہو جائیگا تو اپنے آپ کو مرتبہ شیخ میں گم کرکے ان تمام مراتب کا حامل ہو جائیگا۔

شیخ کامل پر چونکہ یہ تمام مراتب کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو وہ مسند ارشاد پر بیٹھ کر صاحب ارشاد ہوتا ہے۔ اس کو مرشد کامل کہتے ہیں تو ایسے شیخ کامل کا تصور مرید پر ان تمام مراتب کو کھولتا ہے جس کا یہ جامع ہے یا یوں سمجھ لینا چاہئے کہ مرشد کامل پر چونکہ تمام مراتب کھل جاتے ہیں تو وہ مسند ارشاد پر بیٹھ کر اپنے نفس قدسی سے نفخہ کرتا ہے تو مرید کے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

محاط کی ترکیب سے پاک ہے۔ اس کا محیط ہونا ایسے ہے جیسے ایک حرف کو سیاہی محیط ہے حرف کا وجود محض عقلی اور فرضی ہے حرف محاط ہے اور سیاہی محیط ہے اگر سیاہی کو جو کہ حرف کو محیط ہے حرف سے نکال لی جائے تو حرف کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام مرات العارفین میں ارشاد فرماتے ہیں ما ثم الا وجود واحد والا شیاء موجودۃ بہ و معد ومتہ بنفسھا سوائے وجود واحد کوئی دوسرا موجود نہیں۔ اور تمام اشیاء اس سے موجود ہیں اور بذاتہ معدوم ہیں جیسا کہ حرف بذاتہ معدوم ہے اور سیاہی موجود ہے اگر سیاہی نہ ہو تو حرف کا وجود نہیں ہو سکتا بہر حال تمام حرف وکلمات سیاہی سے موجود ہیں۔ یعنی تمام مراتب میں کہیں حرف ہو کر اور کہیں کلمہ ہو کر سیاہی کاہی وجود موجود ہے اسی طرح عالم میں ایک ہی وجود موجود ہے۔ اور تمام عالم کی صورتیں فرضی اور عقلی ہیں اگر اس فرضی وجود کو جو کہ اضافی وجود ہے درمیان سے نکال دیا جائے تو ایک وجود باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے قول سے ثابت ہے التوحید اسقاط الاضافات توحید اضافات کے ساقط کردینے کا نام ہے اور یہی معنی کلمہ طیبہ کا ہے کہ سوائے ایک ذات کے کوئی وجود نہیں ہے جیسے نفی کی نفی کرنے سے نتیجہ مثبت نکلتا ہے تو جس پر ان اللہ علی کل شئی

محیط کی رمز آشکارا ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ کا معنی اس پر کھل گیا نفی غیریت کی ہوجاتی ہے تو وہی انسان کامل اور پیر کامل کہلا سکتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے ھو الاول والاخر والظاھرو الباطن وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے یعنی ایک مرتبہ کے اعتبار سے اول ہے اور ایک مرتبہ کے اعتبار سے آخر ہے اور ایک مرتبہ کے اعتبار سے ظاہر ہے اور ایک مرتبہ کے اعتبار سے وہ باطن ہے۔ اگر وہ بے صورتی کے اعتبار سے اول وباطن ہے تو وہی صورت کے اعتبار سے ظاہر اور آخر ہے تو جس مرتبہ میں اس نے ظہور کیا ہے ہم نے اس کو اسی مرتبہ میں دیکھنا ہے اگر وہ مراتب ظہور کے اعتبار سے مختلف الوان میں ظاہر ہے تو ہم اس کو ہر مرتبہ میں وجود واحد ہونے کے اعتبار سے دیکھیں گے اسی کو حفظ مراتب کہتے ہیں۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

کیونکہ حضرت انسان احسن تقویم کے اعتبار سے ان تمام مراتب کا جامع ہے جب اس پر مراتب کھل جاتے ہیں تو انسان اپنے آپ کو ہر مرتبہ میں ملاحظہ کرتا ہے۔ ایک ہی وقت حق کو خلق میں خلق کو حق میں ملاحظہ کرتا ہے، اور ایک مرتبہ دوسرے مرتبہ کا حجاب نہیں ہو سکتا اور اسے وہ

مقام بھی حاصل ہوتا ہے کہ ہر شے میں سریان کر جائے پانی میں پانی ہو کر اور آگ میں آگ ہو کر- اسی طرح وہ مراتب سفلی سے مراتب علوی کی طرف عروج کرتا ہے اور مراتب علوی سے مراتب سفلی کی طرف نزول کرتا ہے اور مسند ارشاد پر بیٹھ کر صاحب ارشاد ہوتا ہے کیونکہ ہر شے اس کے سامنے ہر مرتبہ کے اعتبار سے ظاہر ہوتی ہے ہر شے کے اعیان کو ملاحظہ کرتا ہے اور سالک کے ہر مرتبہ کو ملاحظہ کرتا ہے اور سالک کے تصور میں آکر سالک کو اپنے آپ میں گم کر کے مراتب علوی کی سیر کرواتا ہے اور پھر نزولی مراتب تک اس کو اس کے ہر مرتبہ کی سیر کرواتا ہوا کمال تک پہنچاتا ہے اور اس پر احسن تقویم کے راز آشکارا ہو جاتے ہیں-

پھر ارشاد ہوتا ہے **هو معكم اينما كنتم** وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم جاؤ- اس کی معیت ایسے نہیں ہے جیسے ایک شخص کی دوسرے شخص سے معیت ہو بلکہ اس کی معیت ایسے ہے جیسے پانی کی برف کیساتھ یا ہوا کی پانی کیساتھ برف جہاں بھی جائے پانی اس کے ساتھ ہے پانی جہاں بھی جائے ہوا اس کے ساتھ ہے- اور یہ معیت حلول اتحاد سے پاک ہے کیونکہ حلول واتحاد دو وجود چاہتے ہیں اور دووجود سے ترکیب لازم آتی ہے- دو وجود مل کر مرکب ہو جاتے ہیں پانی کی برف کیساتھ کوئی ترکیب لازم نہیں آتی ایک مستقل وجود دوسرے

مستقل وجود سے مرکب ہو سکتا ہے لیکن ایک غیر مستقل وجود کی ترکیب مستقل وجود سے نہیں ہو سکتی یعنی ممکن اور واجب باہمی مرکب نہیں ہو سکتے جب وجو واجب ظاہر ہو گا ممکن وِجود باقی نہیں رہ سکتا الممکن ازقورن بالواحب لم یقی له اثر جب ممکن واجب سے ملتا ہے تو واجب کا ہی وجود باقی رہتا ہے۔ جب حضرت انسان پر معیت کی رمز آشکارا ہوتی ہے تو وہ ذات وجود کو ہر مرتبہ میں اپنی معیت میں ملاحظہ کرتا ہے تو ایسے انسان کامل کا تصور سالک کیلئے معیت حق کا مرتبہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے۔

پیر کامل صورت ظل خدا
یعنی دید پیر دید کبریا (رومیؒ)

ارشاد ہوتا ہے نحن اقرب من حبل الورید "ہم تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہیں" قرب ہمیشہ فاصلہ چاہتا ہے۔ ایک شے کا دوسری شے سے قرب حلول و اتحاد چاہتا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس کا قرب بغیر کسی حلول واتحاد کے ہے قرب حجاب اٹھ جانے سے ہوتا ہے نہ کہ ایک شے کے دوسری شے قریب ہونے سے۔ کیونکہ یہ مرتبہ اسفل سافلین میں یعنی حجابات میں محجوب ہے۔ جوں جوں حجابات اٹھتے جاتے ہیں اور اس پر احسن تقویم کی رمز آشکارا ہوتی جاتی ہے

وہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے حقائق سے آشنا ہوتا ہے۔ تو وہ حقیقت میں ارشاد باری تعالیٰ کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ اور وہی انسان کامل اور پیر کامل کہلاتا ہے۔ سالک کو ایسے پیر کامل کا تصور کمال تک پہنچاتا ہے تو کہہ اٹھتا ہے۔

ہو کر قریب تر مری چشم ونگاہ سے
مجھ سے حجاب میں ہیں وہ پردہ کئے بغیر

(سید نظامی)

کوئی پردہ نہیں ہے میرے حجابات پردہ کی صورت بنے ہوئے تھے۔ ایک نا آشنائے منزل کو مراتب سفلی کے حجابات کی وجہ سے ایک راہنما کی ضرورت ہے اس لئے مراتب علوی تک کسی ایسے شیخ کی محبت سے ہی رسائی ہو سکتی ہے۔ جو ان تمام منازل سے پوری طرح آشنا ہو اور خطرات سے آگاہ ہو۔

اب یہ کہ تصور شیخ کیسے کیا جائے۔ سورج جب چمکتا ہے تو ذرہ کو تصور کی ضرورت نہیں ہے۔ سورج خود بخود اس کو اپنی تابانیوں کا مرکز بنا لیتا ہے تو ہر ذرہ سورج کا مظہر ہوتا ہے۔ ہاں اگر ذرہ کسی حجاب میں مستور ہے تو وہ سورج کی تابانیوں کا مرکز نہیں بن سکتا۔ جب سالک شیخ کامل کے حضور میں آئے تو خالی ذہن ہو کر آئے۔ اپنی عقل سے کام نہ لے بلکہ "عقل

قربان کن بہ پیش مصطفے" کے مصداق شیخ کے حضور میں اپنی عقل سے کام نہ لے بلکہ شیخ کی عقل سے اپنے آپ کو وابستہ کر دے۔ جیسے حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شد
مانع بد فعلی وبد گفت شد (رومیؒ)

"جب ایک عقل دوسری عقل سے وابستہ ہوتی ہے تو بد فعلی کی مانع ہوتی ہے۔" شیخ کے حضور میں تمام تعلقات سے فارغ ہو کر بیٹھے۔ انشاء اللہ شیخ کامل خود بخود ہی اپنے تصرف سے اسے تصور عطا فرمائیگا۔

ارشاد یازدہم

لوہا بظاہر مکدر اور کثیف ہے اور اس پر ظلمت کا اسقدر غلبہ ہے کہ کوئی پہلو اس کا روشن نظر نہیں آتا۔ مگر چمک جانے کا جوہر اس میں فطرتاً موجود ہے جب اس کو رگڑ کر صقل کیا جائیگا تو وہ جوہر جو اس میں پوشیدہ تھا ظاہر ہو جائیگا۔ جس طرف اس کا منہ ہوگا اس طرف سے ہر شے کا عکس اس میں ظاہر ہو جائے گا۔

یہاں میری مراد صقل سے کیا ہے کہ انسان میں بھی فطرتی طور پر ذات باری تعالیٰ نے جوہر رکھا ہے کہ جب وہ چمک اٹھتا ہے تو جس طرف اس کا رخ ہوتا ہے اس طرف کی ہر شے اس میں منعکس ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صقل کیسے ہوتا ہے جب شیخ کے حضور میں سالک حاضر ہوتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے اور شیخ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہے یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کیساتھ بے لوث ہو کر وابستہ ہوتا ہے اس کے تعلقات سے نفع اور نقصان دونوں کا پہنچنا ضروری ہے جیسے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

بروں کیساتھ جب تعلقات بے حجابانہ ہوتے ہیں تو اس کا بروں کے رنگ میں رنگ ہو جانا ضروری ہے اور اگر نیکوں کیساتھ بے حجابانہ تعلقات ہوں تو اس کا نیک ہو جانا ضروری ہے اگر کوئی شخص گرمی سے گذرتا تو اس کا گرمی سے متاثر ہونا ضروری ہے اگر سردی سے گذرتا ہے تو اس کا سردی سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ ایک شخص لب جو کھڑا ہے دیکھ رہا ہے کہ پانی میں خس وخاشاک اور نجاست بہتی چلی آرہی ہے وہ لازمی خیال کرتا ہے کہ اس آب جو کی گذر گاہ گندی اور نجس ہے اگر اس میں پھول بہتے چلے آ رہے ہوں تو وہ یہی خیال کرتا ہے کہ آب جو گل وگلزار سے گذرتا ہے تو اس کا دماغ خوشبو سے معطر ہوتا ہے اور اگر نجس اور گندے مقام سے گذرتا ہے تو اس کا دماغ بدبو سے متاثر ہوتا ہے۔

جب سالک شیخ کے حضور میں اپنی تمام خواہشات سے پاک ہو کر بیٹھتا ہے یعنی اپنی عقل اور حواس کو شیخ کے حوالے کرتا ہے۔ وہ شیخ کے کسی عمل اور فعل کو اپنی عقل اور حواس پر نہیں پرکھتا۔ بلکہ شیخ کے ہر فعل اور عمل کو اپنے لئے نمونہ قرار دیتا ہے شیخ کے کسی عمل اور فعل پر معترض نہیں ہوتا۔ جب شیخ کی نگاہ اس پر پڑتی ہے تو اس کی اپنی خواہشات کا کوئی حجاب درمیان میں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے عقل وحواس بھی درمیان سے اٹھے ہوئے ہوتے ہیں تو نگاہ شیخ اسے صقل کرتی ہے اور اس قابل بنا

دیتی ہے کہ تصور شیخ اس میں پوری طرح جم جائے جیسے آداب شیخ میں کسی نے خوب لکھا ہے۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

ایسا شیخ جیسا کہ پہلی اقساط میں بیان ہو چکا ہے اس منزل کے راہ و رسم سے نا آشنا نہیں ہوتا۔ اگر وہ سالک کو شراب میں مصلے رنگنے کے لئے کہے تو وہ رنگ لے۔

جیسے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو بظاہر حکم ہوتا ہے کہ ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين اس درخت کے نزدیک نہ جانا اگر اس کے قریب گئے تو ظالموں سے ہو جاؤ گے لیکن مولانا تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو علم ادم الاسماء کلھا ثم عرضھم کا علم عطا فرما دیا تھا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مولا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو علم کان وما یکون عطا فرما دیا تھا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو اس پوشیدہ امر کا بھی علم ہو گیا جو ذات باری تعالیٰ کے ارادہ میں چھپا ہوا تھا تو جب آدم علیہ السلام نے مشیت ایزدی کو علم الٰہی میں دیکھا تو راضی برضا ہو کر دانہ کھا لیا اور جنت سے باہر آئے کیونکہ انبیا علیہم السلام کی نسبت براہ راست ذات باری سے ہوتی ہے ذات باری تعالیٰ ان کے لئے

مرتبہ شیخ میں ہوتے ہیں۔ اور وہ علم ذات باری تعالیٰ سے براہ راست استفادہ کرتے ہیں تو ان کا ہر فعل مشیت ایزدی ہوتا ہے۔ اور ان کی معصومیت کے قطعاً خلاف نہیں ہوتا۔

سالک کی ایسی ہی نسبت شیخ کیساتھ ہوتی ہے اور وہ شیخ کے ہر فعل کو مشیت ایزدی سمجھتا ہے اسی لئے حضرت رومی رحمت اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

ہر کہ پیرو ذات حق رایک ندید

نے مرید و نے مریدو نے مرید (رومیؒ)

جو شیخ کامل کو مظہر حق نہیں سمجھتا وہ مرید نہیں ہے وہ مرید نہیں ہے وہ مرید نہیں ہے۔

جب ایک مصور کسی شخص کو اس غرض سے دیکھتا ہے کہ اس کی تصویر کماحقہ' اتاروں تو اس کا یہ ارادہ اس کو تصور کرنے کیلئے بے حجاب کر دیتا ہے تو وہ اس کے تصور میں بیٹھ کر اس شخص کی تصویر کماحقہ' اتار لیتا ہے۔ جب سالک اپنے شیخ کے حضور میں اس ارادہ سے بیٹھتا ہے کہ میرے اور میرے شیخ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہے تو تصرف شیخ سے وہ مستفیض ہو کر تصور شیخ کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے جب مصور کا ایک ادنیٰ ارادہ اس کو تصویر اتارنے میں بے حجاب کر دیتا ہے تو جہاں سالک بھی

بے حجاب ہو اور تصرف شیخ بھی کام کرتا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ سالک تصور شیخ میں ناکام رہے اگر کوئی تصور شیخ میں ناکام ہے وہ جان لے کہ درمیان میں میرا کوئی حجاب ضرور ہے جو میرے اور میرے شیخ کے درمیان حائل ہے اس کو درمیان سے اٹھانے کی کوشش کرے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نگاہ شیخ اپنے تصرف سے حجاب کو اٹھادے وہ بھی اس صورت میں کہ سالک اپنے آپ کو کلیۃ شیخ کے حوالے کر دے اور شیخ کامل کو سالک پر پورا پورا اختیار حاصل ہو تو اس کے درجات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

1- سالک اپنے آپ کو ایک میت کی طرح سمجھے اور شیخ کامل کو غسال میت کو غسل دینے والا غسال میت کی ہر نجاست کا خود بخود خیال کرتا ہے۔ میت تو میت ہے وہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ میرے فلاں مقام پر نجاست لگی ہوئی ہے۔

2- سالک اور شیخ کے درمیان ماں اور شیر خوار بچے کے سے تعلقات ہوتے ہیں۔ بچے کا کام ہے ہر ضرورت کے وقت رونا۔ بھوک لگتی ہے تو بھی وہ روتا ہے اور اگر کوئی بیماری ہو تو بھی وہ روتا ہے ماں اس کے رونے سے معلوم کرلیتی ہے کہ یہ دودھ کے لئے روتا ہے۔ یا بیماری کی وجہ سے۔ اگر بیماری کی وجہ سے روتا ہے تو اس کا علاج کراتی ہے اور اگر بھوک کی وجہ سے روتا ہے تو اسے دودھ پلاتی ہے یعنی شیخ کامل ماں کی طرح ہوتا

ضروریات کو خوب جانتا ہے کسی وقت سالک اپنی ضرورت کو شیخ پر واضح بھی کر دیتا ہے جیسے حضور سرکار دوعالم جناب محمد الرسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پورا ایمان دار وہ ہو سکتا ہے جو مال جان اولاد اور ماں باپ سے زیادہ میرے ساتھ محبت رکھے تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ حضورؐ اور سب چیز سے زیادہ محبت رکھتا ہوں مگر ماں باپ سے کم۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تو ابھی پورا ایماندار نہیں۔ تو اسی وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں اب تو پورا ایمان دار ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سالک نے اپنے آپ کو چھپا کر نہیں رکھا اور شیخ نے فوراً اپنے تصرف سے اس کو صاف کر دیا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقام پر سالک کو چاہئے کہ اپنے آپ کو مثل ایک مردہ کے سمجھے اور شیخ سے اس حیثیت میں استفادہ کرے ایک مقام پر اپنے آپ کو بچہ کی طرح سمجھے۔ ایک مقام پر اپنے آپ کو منزلہ مریض سمجھے اور ایک مقام پر اپنے آپ کو امیر کے مقام پر تصور کرے۔ ان آداب پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تصور شیخ کامل ہو جائیگا۔

ارشاد دوازدھم

سابقہ قسطوں میں تصور شیخ کی ضرورت پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

مقام شیخ اور مقام مرید پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے جس کو ضرورت ہو وہ تمام قسطوں کو بالا ستیعاب مطالعہ کر لے۔ اب صرف جو چیز پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ تصور شیخ کیسے کیا جائے۔

اپنے آپ کو صورت شیخ میں تصور میں تصور کرنا ہی تصور شیخ ہے یہ ہو نہیں سکتا جب تک اس کے تمام لوازمات جس اس کیلئے ضروری ہیں میسر نہ آئیں۔

سب سے پہلے ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنا جو تصور شیخ کے لئے حائل ہو سکتی ہیں۔ یعنی شیخ اور مرید کے درمیان وہ رابطہ اور واسطہ استوار ہو جس سے تمام رکاوٹیں جو حائل ہو سکتی ہیں دور ہو جائیں۔

سالک کو شیخ کے ساتھ محبت کا وہ مقام حاصل ہو جو عاشق و معشوق کے درمیان ہونا چاہئے شیخ کو مقام محبوبیت حاصل ہو اور مرید کو مقام عاشقی۔ عاشق کی نگاہ میں محبوب کی ہر ادا اس قدر پیاری ہوتی ہے کہ وہ اس کو اپنے لئے اپناتا ہے۔ اسی طرح وہ اٹھتا ہے جس طرح محبوب اٹھتا۔ اسی طرح دیکھتا ہے۔ جس طرح محبوب دیکھتا ہے۔ اسی طرح پہنتا ہے جس طرح محبوب پہنتا ہے۔ شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کی اس قدر کثرت اختیار کر جاتا کہ اس سے شیخ کی کوئی ادا درپردہ نہیں ہوتی۔ وہ شیخ کی ہر ادا میں یک رنگ ہو جانے کی کوشش کرتا ہے۔ حاضر اور غائب میں یاد شیخ وہ درجہ لے جاتی ہے

کہ چلتا، پھرتا، بیٹھتا، اٹھتا، کھاتا پیتا، سوتا، جاگتا شیخ کی یاد میں مستغرق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے (پیر کامل صورت ظل خدا) یاد پیر یاد خدا کے برابر ہوتی ہے کیونکہ دیکھنے کو وہ صورت ہوتی ہے لیکن حقیقت میں مظہر جمال خداوندی ہوتی ہے۔ جب شیخ کا مرتبہ مرید پر کھلتا ہے تو وہ شیخ کو غیر باری تعالیٰ نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ حضرت رومی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

ہر کہ پیر وذات حق رایک ندید　　　نے مریدو نے مرید ونے مرید

جب نسبت شیخ و مرید کے درمیان مستحکم ومضبوط ہو جاتی ہے اور رابطہ استوار ہو جاتا ہے اور استغراق کمال درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ صورت شیخ میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو صورت شیخ میں پاتا ہے۔ اسی کو تصور شیخ کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت رومیؒ نے عشق و محبت کا یہ کمال بیان کیا ہے کہ مجنوں کے جوش عشق میں خناق نکل آیا تو فصاد فصد کرنے کے لئے آیا۔ اس نے بازو باندھا اور نشتر لگانے لگا۔ تو مجنوں کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔ فصاد نے کہا کہ نشتر لگائی نہ گئی اور اس سے پہلے واویلا کرتا ہے۔ تو مجنوں نے جواب دیا کہ میں یاد لیلیٰ میں اس قدر فنا ہو چکا ہوں کہ مجنوں نہیں رہا سرتا پالیلیٰ ہی لیلیٰ ہو گیا ہوں۔ اس لئے ڈرتا ہوں کہ جب تو نشتر لگائے تو کہیں لیلیٰ کو نہ جا لگے۔

ترسم اے فصاد گر فصدم کنی
نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی

تصور کا یہ بھی ایک درجہ ہے اور ایک درجہ یہ بھی ہے کہ انسان روح مثال جسم تین چیزوں کا جامع ہے وہ اس طرح نہیں ہیں کہ جسم مثال کا مغائر ہو اور مثال روح کا مغائر ہو بلکہ اس کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ جیسے ہوا سے پانی بنا اور پانی سے برف۔ برف پانی اور ہوا ایک دوسرے کے مغائر نہیں ہیں۔ بلکہ ہوا کا ایک مرتبہ پانی۔ اور پانی کا ایک مرتبہ برف ہے برف پانی پر زائد نہیں اور پانی ہوا پر زائد نہیں اسی طرح جسم مرتبہ مثال پر زاید نہیں اور مرتبہ مثال مرتبہ روح پر زاید نہیں۔ برف ڈھل جائے تو پانی۔ پانی اڑ جائے تو ہوا جاتا ہے صورت جسمی فنا ہو جائے۔ تو صورت مثالی اور صورت مثالی مٹ جائے تو روح مجرو۔

جب حرارت عشق و محبت سے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا صورت جسمی لطیف ہو کر صورت مثالی اختیار کرتی ہے۔ مثالی صورت وہ لطیف صورت ہے جو جس صورت میں چاہے منتقل ہو سکتی ہے۔ جیسے جن۔ چونکہ لطیف ہے وہ ہر صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتا ہے۔ فرشتہ لطیف ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو جس صورت میں چاہے بدل سکتا ہے۔ جیسے قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ جبرئیل آمین علیہ الصلوۃ والسلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا

کے پاس آدمی کی صورت میں آئے اور حضورؐ سرور کائینات ﷺ کے پاس آدمی کے لباس میں آتے رہے۔ معلوم ہوا کہ لطافت اپنے آپ کو ہر صورت میں بدل سکتی ہے۔ جب سالک شیخ کامل کی محبت میں اس قدر فنا ہوتا ہے کہ کثافت لطافت میں بدل جاتی ہے یعنی صورت جسمی کی کثافت دور ہو کر صورت مثالی کی لطافت ظہور میں آجاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو جس صورت میں چاہے بدل سکتا ہے۔ ایک وقت میں کئی مختلف جگہوں میں موجود ہوتا ہے جس صورت میں چاہے ڈھل جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو محبت شیخ میں کوئی شے پیاری معلوم نہیں ہوتی اس لئے وہ تصور شیخ میں اپنے آپ کو صورت شیخ میں آسانی سے ڈھال لیتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الحق والدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے جارہے تھے تو ایک پٹھان نے آکر پاؤں پکڑ لئے جب اس نے آپ کو اٹھ کر دوبارا دیکھا تو وہ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ تو وہ عرض کرنے لگا کہ میں نے آپ کو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ دیکھا تھا اس لئے پاؤں پکڑے تھے۔

ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تصور شیخ سے مرید بعینہ صورت شیخ ہو جاتا ہے۔ مگر ان لوازمات کا ہونا جو اوپر بیان ہو

چکے ہیں ضروری ہے۔

ارشاد سیزدہم

(اقتباس از خطبہ جمعہ مورخہ 25 مارچ 1966ء مطابق 2 ذوالحجہ 1385ء)

کہا جاتا ہے کہ حضور سرکار مدینہ ﷺ نے صحابہ کو کیوں نہیں فرمایا کہ میرا تصور کیا کرو۔ میں تو کہتا ہوں۔

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

یہ کہنا کہ حضورؐ نے نہیں فرمایا کہ میرا تصور کیا کرو۔ مگر یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہر صحابی نے اپنے آپ کو حضورؐ کا نمونہ بنا دیا۔ کوئی صحابی ایسا ہے جو حضورؐ کا نمونہ نہ ہو۔ اور حضورؐ نے اس کی تصدیق بھی فرمادی ہے۔ علیکم بسنتی سنة الخلفاء راشدین خلفاء راشدین کی سنت تمہارے لئے میری سنت ہے تصور کا مفہوم بھی تو نمونہ بننا ہی ہے۔ یہی تصور شیخ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی ناقص پیر ہو اور کہے کہ میری تصویر سامنے رکھا کرو۔ مگر اصل تصور تو یہی ہے کہ اپنے اوپر پیر کا نقشہ اتار لو جب اپنے اوپر نقشہ اتر جائیگا تو وہ کامل ہو جائیگا۔ پھر کوئی اس تصور کو ناجائز تو کہے! ایک ایک صحابی حضورؐ کا نمونہ تھا۔ مولا تعالیٰ نے فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة تمہارے

لئے میرا محبوب تم میں بہترین نمونہ ہے۔ حضورؐ نمونہ ہیں اور ہم نے اس نمونے کو اپنے اوپر اتارنا چاہا تو مولا تعالیٰ نے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ کیا اتباع یہ نہیں کہ نمونہ بنا جائے؟ یہی تو کمال اتباع ہے فتبعونی کمال اتباع سے ہوتا ہے۔ نطفہ کیا ہے۔ان کنتم تحبون اللہ(اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو) اور شرط یہ ہے کہ (فتبعونی) کہ میری اتباع کرو۔ میری پوری پوری اتباع کرو۔ تو میرے دوستو! اتباع حضورؐ کی اور محبت اللہ کی۔ جب تک اس اتباع میں کمال حاصل نہیں کرو گے اللہ تم سے محبت نہیں کریگا۔ "اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو پھر اللہ تم سے محبت کرے گا" صاف معنی ہے۔ اگر سمجھنے میں کسر رہے تو الگ بات ہے۔ فرمایا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اگر میرا نمونہ دیکھنا ہو تو میرے محبوب کو دیکھو اور جب تم یہ نمونہ بن جاؤ گے تو پھر میری محبت کا نمونہ مل جائیگا۔ میں تم سے محبت کرونگا۔ پھر میں ایک بات کہوں؟ ہمیں تو نمونہ بننے کا حکم دیا۔ مگر ذات باری تعالیٰ نے فرمایا میں اپنے محبوب کا تصور کر کے خود اس کی صورت میں آ گیا۔ اگر جن آدمی کی صورت میں آنا چاہے تو وہ آدمی کا تصور کرتا ہے اور آدمی کی صورت میں نمودار ہو جاتا ہے۔ سانپ کا تصور کرے

تو سانپ بن جاتا ہے۔ جو تصور کرے اس کے رنگ میں آ جاتا ہے۔ فرشتے نے آدمی کا تصور کیا تو آدمی بن گیا۔ واجیہ کلبی کا تصور کیا تو تو واجیہ کلبی بن کر آگیا۔ صدیق کا تصور کیا تو صدیق بن کر آگیا۔ فرشتہ اور جن جس کا تصور کریں اس رنگ میں آجاتے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ بے رنگی اور بے صورتی میں ظاہر نہیں ہو سکتے۔ مگر ایک تصور ضرور تھا۔ جو وہ اپنے محبوب کی صورت میں ظاہر ہوا۔ رومیؒ فرماتے ہیں۔

صورت از بے صورتی آمد بروں

بازشد انا الیہ راجعون (رومیؒ)

بیصورتی صورت میں کیسے آئی۔ ایسا نہیں کہ کوئی چیز اس سے نکل کر آ گئی ہے اور پھر بے صورتی کی طرف لوٹ جائے گی۔ بے صورتی نے صورت کا تصور کیا تو صورت میں آ گئی۔ جب کسی کی نظر اس حقیقت پر پڑی تو وہ کہہ اٹھا۔

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں بے صورت ظاہر صورت تھیں

بے رنگ دسے اس مورت تھیں وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں جب اس حقیقت پر نظر پڑی تو پکارا اٹھا کہ یہ جو صورت مصطفٰےؐ نظر آ رہی ہے یہ کسی حقیقت کی صورت ہے۔ تو فرمایا میرا محبوب بہترین نمونہ بن کر آیا ہے۔ جس نے میرے تک پہنچنا ہے اس نمونے کو اختیار کرے ایک مقام

سالک پر ضرور آتا ہے کہ جب یہ ایک لطیف مقام پر پہنچتا ہے۔ پہلی منزل تو صرف اپنے شیخ کی صورت میں رنگ ہو جانا ہے اپنے اوپر برقع کی طرح شیخ کی صورت اوڑھنی ہے۔ اس کا یہ طریقہ ہے کہ اس کی صورت میں رنگ ہو جاؤ۔ جب وہ لطیف ہو جائے گا تو دیکھنے والا اسے صورت شیخ میں دیکھے گا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ بیمار ہو گئے ہر چند علاج کیا مگر شفا نہیں ہو رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا میرا فلاں مرید بیمار ہے وہ میرے تصور میں فنا ہو چکا ہے اس کا علاج کرو میں تندرست ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اس کا علاج کیا گیا تو آپ بھی تندرست ہو گئے۔ پہلا قدم تصور شیخ ہے۔ جب کثافت دور ہو گی اور لطیف ہو گا تو جس صورت کا تصور شیخ ہے۔ جب کثافت دور ہو گی اور لطیف ہو گا تو جس صورت کا تصور کرے گا اسی صورت میں آجائے گا۔ اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے پیر کی صورت میں فنا ہونے کے بعد ایسا ہو جائے کہ بالکل شیخ کی صورت نظر آنے لگے۔ مگر پہلا قدم تصور شیخ ہے کہ اپنے اوپر برقع کی طرح اوڑھ لو۔ اگر ایسا کرے کہ تصویر سامنے رکھے تو یہ غلط ہے۔ اس سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ تو میں کہنا چاہتا تھا کہ بے صورتی کا تصور کرے تو صورت میں ظہور کرے ایسا ہو سکتا ہے۔ تو پھر وہ صورت کون ہے وہ پہلا تعین کون ہے جو خیال یار میں آیا۔ جو پہلی صورت خیال یار میں آئی اور اب بھی وہ خیال یار میں ہے۔ کیونکہ ذہنی صورت ہمیشہ ذہن

میں رہا کرتی ہے۔ میرے مکان کا تصور اب بھی میرے ذہن میں ہے لیکن
میں خود مکان نہیں بن سکتا۔ میں ایک آدمی کو جانتا ہوں۔ کوئی پوچھے کہ
فلاں آدمی کو جانتے ہو؟ تو میں فوراً بتا دوں گا۔ کہ وہ ایسا ایسا ہے۔ میرے
مرید سے کوئی پوچھے کہ پیر امانت علیشاہ کو جانتے ہو؟ تو وہ بتا سکتا ہے کہ وہ
ایسا ایسا ہے۔ مگر اس صورت میں ڈھل جانا یہ اور بات ہے۔ تو میرے
دوستو! دو درجے ہیں۔ عالم مثال اور عالم ارواح۔ کسی صورت میں ڈھل
جانے کے لئے لطیف ہونا ضروری ہے روح چونکہ لطیف ہے اس لئے ہر
صورت میں ڈھل جاتی ہے۔ مجرد بسیط ہے۔ جن اولیا اللہ کو روح کا مقام
حاصل ہو جائے وہ بھی ہر صورت میں ڈھل جاتے ہیں۔ اور کسی ولی کو روح
کا مقام حاصل ہو جانا ہی کمال نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اتنا لطیف ہو جائے کہ
روح کا مقام حاصل ہو جائے۔ مگر جس کو مثالی صورت کا مقام حاصل ہو
جائے اس کا بھی سایہ نہیں رہتا۔ وہ بھی ایک لطیف مقام ہے۔ میری بھی
ایک لطیف صورت ہے جو میری عین ہے۔ مگر کثافت کا پردہ درمیان سے
اٹھ جائے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ مثالی صورت یعنی نورانی صورت کا غلبہ ہو
جائے تو سایہ نہ رہے۔ سایہ کثافت کا ہوتا ہے۔ جب مثالی صورت یعنی
نورانی صورت آگئی تو سایہ نہ رہا۔ پیر کریم حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا
سایہ نہ رہا تھا۔ ان کا سایہ نہ رہنا ایسا ہے کہ مثالی صورت غالب ہو گئی۔

جب مثالی صورت غالب ہو تو قید زمان ومکان نہیں رہتی۔ کسی مکان کے اندر جانا اور باہر آجانا محال نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ گھر میں ہو اور مثالی صورت کعبہ کا طواف کر رہی ہو۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں کئی جگہ ظاہر ہو۔ کعبہ کا طواف بھی کرے اور گھر میں بھی موجود ہو۔ اولیا اللہ کی بہت سی ایسی مثالیں ہیں۔ قرآن پاک بھی بیان کر رہا ہے کہ قوم عیسیٰؑ نے دعا فرمائی تو مائدہ نازل ہونے لگا۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ وہ جو گوشت پنیر اور نان وغیرہ نازل ہو رہا تھا وہ یہی تھا کہ بے صورتی صورت میں آرہی تھی۔ بے صورتی جس صورت کا تصور کرے اس میں آسکتی ہے۔

جب یہ مثالی صورت عالم ارواح میں گم ہو جاتی ہے تو وہ چاہے عالم ارواح میں سیر کرے یا عالم اجسام میں اس کے لئے محال نہیں۔ چونکہ روح ذات کا ظل ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذات کی سیر کرے۔ سیر فی اللہ ہو۔ کوئی صورت باہر سے نہیں آتی۔ جو صورت تم دیکھتے ہو وہ آپ کی اپنی ہی صورت ہوتی ہے۔ آپ نے محمد مصطفےؐ کو دیکھا یہ آپ کی ہی صورت تھی جو حضورؐ کی صورت میں نظر آئی۔ امام اعظم نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو ایک بار خواب میں دیکھا گویا ان کی اپنی مثالی صورت ہی خدا کی صورت بن آئی۔

لطیف صورت کو جس صورت میں ڈھالو ڈھل جاتی ہے۔ کثیف صورت کی صورت میں بھی ڈھل سکتی ہے۔ جب تک کثافت ہے تو یہ نسخہ بتایا ہے کہ تصور شیخ کرو۔ پھر خود بخود مقام حاصل ہو جائے گا۔

اسی طرح بے صورتی جب کسی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے تو پھر سمجھ میں آگیا ہوگا لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ میرا محبوب تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے تم اس کا نمونہ بن جاؤ اور یہ نمونہ سلسلہ وار ہم تک پہنچا۔ حضرت علی حضورؐ کے تصور میں فنا ہوئے تو وہ سرتاپا حضورؐ سرکار مدینہ ﷺ کا نمونہ قرار پائے اور پھر یہ نمونہ سلسلہ وار تصور شیخ کے ذریعہ سے شیخ متصل یعنی نسبت قریب تک پہنچا۔ بس یہی ایک صورت ہے جس نے اس کو اختیار کیا وہ فنافی الشیخ فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منزلوں کو طے کرکے بقاباللہ ہوا۔

چوں خلیل آمد خیال یار من
صورتش بت معنی او بت شکن
ہیچ نکشد نفس راجز ظل پیر
دامن ایں نفس کش راسخت گیر (رومیؒ)

وما علینا الا البلاغ

مطبوعات ذکر و فکر

1- اسرار معرفت

2- نالہ شب گیر

3- آئینہ معرفت

4- کلمہ طیبہ

5- دعوت حق

6- شب قدر

7- رویت ہلال

پتہ خط و کتابت

ابوالعابد پیر سید مبارک علی شاہ چشتی نظامی

سجادہ نشین آستانہ بیت الامان شاہ کمال روڈ گنج شریف مغل پورہ لاہور